جلد 6 شمارہ 12 فروری 2005ء ذوالحجۃ 1425ھ

اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ (الاعلیٰ 14-15)

بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

ماہنامہ فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

Registerd

CPL No. 491

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

ماہنامہ گوجرانوالہ

فلاح آدمیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان

کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیادگار **خواجہ عبدالحکیم انصاری**رح

بانی سلسلہ

نگران و سرپرست

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 6 شمارہ 12 فروری 2005ء ذوالحجۃ 1425ھ

ایڈیٹر وحید احمد

مجلس ادارت

قیمت ---------- -/20 روپے

سالانہ فنڈ ---------- -/200 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

محمد صدیق ڈار توحیدی

مرکز تعمیر ملت نزد وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph:0431-862835

Mob: 0300-6493335

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:

وحید احمد

تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

Ph:0431-881379

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-2[illegible]2020

E-mail: tohidia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

اگر ہم اُس حد فاصل کو کوئی نام دینا چاہیں جو آدمی کو اس کی دونوں زندگیوں میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھتی ہے تو اِس اصطلاح کو اِستعمال کرنا پڑے گا جسے اہلِ معرفت نے ''زہد'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ جو شخص زُہد کا مفہوم اِس کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے اِسے اپنے اس مفہوم پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔ زہد اُس روحانیت کو نہیں کہتے جو آپ کو دنیا میں دوڑ بھاگ کرنے سے روک دے اور لوگوں سے الگ تھلگ کر دے اور زندگی کی پاکیزہ اور حلال چیزوں سے بھی آپ کو محروم کر دے۔ بلکہ زُہد کا مفہوم وہی ہے جو ہم نے لیا ہے۔ امام زہریؒ سے پوچھا گیا زہد کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا دیکھو، زہد، بالوں کے بکھیر لینے کو نہیں کہتے نہ تقشف کا نام زہد ہے بلکہ زہد کہتے ہیں شہوت سے نفس کو روک لینے کا۔

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا۔ کیا کوئی شخص جس کے پاس ایک ہزار دینار ہوں، زاہد بن سکتا ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ کہا گیا۔ نشانی بتائیے۔ فرمایا۔ نشانی یہ ہے کہ اگر اِس سے زیادہ دولت اِس کے پاس آ جائے تو اِترائے نہیں اور اگر اس میں کمی ہو جائے تو رنجیدہ نہ ہو۔

ابن سماکؒ نے فرمایا۔

''زاہد اِسے کہتے ہیں جسے دنیا ہاتھ لگے تو متکبر نہ ہو اور اگر دُنیا اِس سے چھوٹ جائے تو غمناک نہ ہو، مجلسوں میں ہنسے اور خلوت میں روئے۔

یعنی لوگوں کے ساتھ مسرت و شادمانی اور بشاشت کے ساتھ رہے اور جب تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو اِس کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زہد کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

زُہد یہ نہیں ہے کہ حلال کو بھی حرام کر لیا جائے نہ زہد مال کو برباد اور ضائع کرنے کو کہتے ہیں بلکہ زہد کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ تمہاری نگاہ میں اِس دولت سے زیادہ قیمتی بن جائے جو تمہارے ہاتھوں میں ہے۔

زہد کی صحیح تعریف وہ ہے جو قرآن کریم کی اِس آیت سے ہمیں معلوم ہوتی ہے۔

وابتغ فیما اتٰک اللّٰہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا۔
(قصص۔۷۷)

''جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اِس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کرو اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو''۔

زُہد ایک نفسیاتی کیفیت ہے جو آدمی کے ضمیر میں اِس وقت جگہ پاتی ہے جب اللہ کی آیات میں غور وفکر کر کے معرفت الٰہی سے ہمکنار ہو چکا ہو، اگر اسے یہ معرفت حاصل ہو جائے تو وہ حد درجہ سعادت مند، غنی، اور خوش بخت ہے۔ اِس کی یہ حالت برابر قائم رہتی ہے یہاں تک کہ اِس کے ذہن وشعور پر اِسی کا غلبہ ہو جاتا ہے پھر وہ دنیا پر حریصانہ نگاہ نہیں ڈالتا بلکہ اِس کی نظریں آخرت پر لگی رہتی ہیں۔ یہ ہے وہ حد فاصل، جس کے بارے میں ابھی پیچھے سوال کیا گیا تھا تا کہ دونوں زندگیوں کے نقوش واضح کر دیں، زہد کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اِس بات کا علم ہو کہ اللہ نے اِس سے دو زندگی بسر کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور مادی وجود کو مادی زندگی میں اور روحانی وجود کو ماورائے مادہ کی دُنیا میں رکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ مادی دنیا میں وہ اپنے بدن کی طاقتوں اور اِس کی صلاحیتوں کو صرف کرے اور روحانی دُنیا میں اپنے قلب کی طاقتوں اور اِس کی صلاحیتوں کو لگائے اور اِس بات کی پوری کوشش کرے کہ اِس کے جذبات واحساسات اللہ کے انعامات سے ہٹ کر متاعِ دُنیا کی طرف نہ پھر جائیں۔

والسلام

وحید احمد

سب سے بڑا عذاب "افتراق امت"

مولانا محمد الیاس اظہر الازہری

امم سابقہ میں سے حضرت نوح ؑ کی امت وہ پہلی بد بخت قوم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت نوح کی بے قدری کی حالانکہ انہوں نے قوم کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور دن رات، خفیہ، اعلانیہ، اجتماعی اور انفرادی، منت ترلہ، ڈرادھمکا، ترغیب وترہیب غرضیکہ کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو آزمایہ نہ ہو۔ مگر وہ بھی کسی ڈھیٹ مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ جب تنگ آجاتے تو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر اوپر سے کپڑا لپیٹ کر مکمل نافرمانی اور عدم توجہ کا ثبوت دیتے۔ یہ عمل اور ردعمل مسلسل نوسو پچاس سال تک جاری رہا۔ بالآخر قوم کے رویے سے پورا یقین ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی وحی آگئی کہ اے میرے پیغمبر اب ان تلوں میں تیل نہیں اور جو ایمان لانے والے تھے وہ مر چکے۔ لہٰذا اب اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ تو تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق آپ علیہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور گزارش کی کہ اے میرے پروردگار! اب روئے زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی سالم نہ رہنے دے۔ کیونکہ اب اگر انہیں مزید مہلت دی گئی تو یہ محدود سے چند مسلمانوں کو بھی گمراہ کریں گے اور آئندہ فاسق و فاجر اور ناشکری نسل جنیں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر زمین کو حکم دیا کہ اپنے چشموں کو اگل دے اور آسمان کو فرمایا کے لگاتار بارش کر دے۔ چنانچہ چند روز میں اتنا پانی زمین پر پھیل گیا کہ بڑے بڑے پہاڑوں کی چوٹیاں بھی غرق ہو گئیں۔ اسطرح نوح علیہ اسلام کی کافر بیوی اور بیٹے سمیت پوری قوم کو غرقاب کر کے کام مکمل کر دیا۔ اور قانون قدرت (**فقطع دابر القوم الذين كفروا** "یعنی کافر قوم کی جڑ کاٹ دی گئی) پر عمل درآمد کیا۔

اس قوم کے بعد قوم ہود علیہ اسلام نے بھی قوم نوح ؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ کے نبی ہود علیہ اسلام کو جھٹلایا اور ان کا حشر بھی قوم نوح ؑ سے مختلف نہ ہوا۔ بلکہ اس قوم پر طوفان باد و باراں اور سیلاب کی بجائے نہائت تند و تیز آندھی کا ایسا طوفان بھیجا جو مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن ان پر اس طرح چلا کہ ان کو بلند و بالا عمارتوں کے اندر سے گھسٹ گھسٹ کر باہر پٹخا اور ان کے سروں کو باہم ٹکرا کر پاش پاش کر دیا۔ آندھی کے طوفان کے خاتمے پر ان کی بے گور و کفن نعشیں اس طرح بکھری پڑی تھیں گویا کھجوروں کے بڑے بڑے تناور درخت جڑوں سے اکھڑ کر سر کے بل پڑے ہو

ں۔ اسطرح قانون قدرت نے اس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی اور صرف ہود علیہ اسلام پر ایمان لانے والے مٹھی بھر نفوس قدسیہ نے نجات پائی۔

تیسری سرکش اور ظالم قوم حضرت صالح علیہ اسلام کی قوم ثمود تھی۔ یہ نہایت جابر و... تھی اور العلاء کے پہاڑوں کو تراش کر ان کی چٹانوں کے اندر نہایت مضبوط اور خوبصورت... بنا کر رہتی تھی۔ ان کے آثار آج بھی جوں کے توں موجود ہیں انہوں نے بھی اپنی پیشرو... قوموں کی پیروی کرتے ہوئے اپنے محسن اور خیر خواہ پیغمبر حضرت صالح علیہ اسلام کی ... تکزیب کی بلکہ نہائت متکبرانہ انداز میں معجزانما اونٹنی کو بھی قتل کیا اس پر قانون قدرت حرکت... آیا اور ان پر اتنا زبردست زلزلہ بھیجا گیا جس نے انہیں اپنے بلند و بالا سنگلاخ مکانوں کے... تہس نہس کر دیا۔ اب ان کے مکان تو باقی رہے لیکن ان ظالموں کا نام ونشان مٹا دیا گیا... حضرت صالحؑ اور ان کے چند متبعین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ڈھانپ لیا۔

چوتھی بدکار اور لعنتی قوم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تھی۔ جس نے اپنی بدکاریوں کی ... حضرت لوطؑ کی ناک میں دم کر رکھا تھا اور منع کرنے پر حضرت لوطؑ کو سنگسار کرنے اور قتل... دینے کی دھمکیاں دیتے تھے۔ نیز ایسے فعل بد کے مرتکب ہوتے تھے جو ان سے پہلے انسان... کیا تھا اور جیسے جنگلی جانور بھی نہیں کرتے یعنی وہ ہم جنس پرستی جیسے گھناؤنے جرم کے مرتکب ہو... تھے۔ ان کے علاوہ ان میں وہ سب جرائم موجود تھے۔ جو قوم نوحؑ، قوم ہودؑ اور قوم صالحؑ... پائے جاتے تھے۔ اب آخر کار قانون قدرت پھر حرکت میں آیا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کو پتھر... کی بارش سے سنگسار کیا کیونکہ ان کا گناہ بھی سنگساری کا متقاضی تھا۔ اس کے بعد اس قطعہ ز... اکھاڑ کر آسمان کے قریب الٹا کر دوبارہ زمین پر پھینک دیا نتیجہ وہاں گہرا سمندر وجود میں آ... جس میں کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا یہ مردہ سمندر آج بھی ارض فلسطین کے کنارے ... مردار کے نام سے موجود ہے۔

پانچویں ظالم قوم قوم شعیب علیہ اسلام ہے۔ جو عرب اور شام کے درمیان قوم لوطؑ... علاقے سے متصل آباد تھی۔ اس ظالم قوم کا رویہ پہلی قوموں سے کچھ مختلف نہ تھا۔ شرک و بت... جیسی مشترکہ بیماری کے علاوہ راہزنی اور تجارتی قافلوں کو لوٹنے، کم تولنے اور ناجائز منافع خور... جیسی برائیاں ان کی گھٹی میں پڑی تھیں جبھی تو منع کرنے پر انہوں نے شعیبؑ کو طعنہ دیا کہ کیا... تمہاری نمازیں تمہیں یہ سکھاتی ہیں کہ تم ہمارے کاروبار میں بھی دخل دینا شرع کر دو؟ حالانکہ... خالصتا ہمارا ذاتی مسئلہ ہے۔ اور اس سلسلے میں نہ صرف انہوں نے اپنے نبیؑ کو جھٹلایا بلکہ ان...

قتل کا ارادہ بھی کر لیا۔ بلا آخر قانون قدرت کی زد میں آ گئے اور ایک سخت چنگھاڑ کی شکل میں ایک آتش فشاں پہاڑ پھٹ گیا جسکے زلزلے سے یہ لوگ گھٹنوں کے بل اپنے گھروں میں اوندھے منہ گر گئے اور پھنکارتے ہوئے گرم لاوے اور راکھ کے طوفان نے اانافانا انہیں نگل لیا۔ اس طرح یہ قوم بھی حرف غلط کی طرح مٹ گئی اور حضرت شعیب علیہ اسلام اپنے پیروکاروں سمیت اللہ کی پناہ میں آ گئے۔

چھٹی سرکش اور مغرور قوم مصر کی قبطی قوم تھی جس کے مغرور بادشاہ اپنے آپ کو فرعون کہلواتے تھے۔ یہ قوم بنی اسرئیل کو غلام بنا کر رکھتی تھی اور ان سے بیگار لیتی تھی۔ ان ظالموں نے بنی اسرائیل کے ہزاروں نو مولود معصوم بچے بے گناہ قتل کروا دئے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ اسلام اور حضرت ہارون علیہ اسلام ان کو ظلم و ستم سے روکنے اور شرک و سورج پرستی سے باز رکھنے کیلئے آئے تو انہوں نے نہ صرف انکی تکذیب کی بلکہ ان کے معجزات کو جادو سے تعبیر کر کے ان کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ یہاں منہ کی کھانے کے بعد اس مظلوم قوم کا نام نشان مٹانے کے لئے اس وقت ان کا پیچھا کیا جب وہ رات کی تاریکی میں ہجرت کے دوران راستہ بھٹک گئی تھی بلا آخر یہاں بھی قانون قدرت حرکت میں آیا اور انہیں عین اس وقت سمندر میں غرق کر کے ان کی جڑ کاٹ دی جب کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی سمندری راستے سے بنی اسرائیل جن کا تعاقب کر رہے تھے، بخیر و عافیت سمندر پار کر چکے تھے۔ پھر ان سب کو مچھلیوں کی خوراک بنا دیا لیکن ان کے لیڈر فرعون کو رعمیس ثانی کی نعش کو نشان عبرت بنانے کے لئے محفوظ کر دیا۔ جسے آج بھی چند روپے ٹکٹ خرچ کر کے قاہرہ کے عجائب گھر میں بے بسی کی حالت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ساتویں مغضوب اور مردود قوم خود قوم موسیٰ علیہ اسلام ہے جو بنی اسرائیل کے نام سے موسوم ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک متعدد بار خداوند قدوس کے غیظ و غضب کا شکار ہو چکی ہے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات و اکرامات کی بارش کی۔ اور انہیں اپنے وقت کی تمام اقوام پر فضیلت دی۔ ان میں حضرت داود علیہ اسلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے باجبروت بادشاہ اور حضرت موسیٰؑ، ہارونؑ، زکریاؑ، یحییٰؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، دانیالؑ، عیسیٰؑ روح اللہ جیسے پیغمبر مبعوث فرمائے۔ ان پر من و سلویٰ نازل کیا۔ پتھر سے بارہ چشمے نکالے اور بادلوں کا سایہ کیا۔ فرعون جیسے ظالم سے نجات دی۔ لیکن اپنی سرکشی اور بدبختی کی بنا پر انہوں نے سینکڑوں نبیوں کو قتل کیا اور ہزاروں کو جھٹلایا۔ بلا آخر قانون قدرت ان کے خلاف بھی حرکت میں آیا۔ ان میں بعض کو مسخ کر کے بندر اور سئور بنا دیا گیا۔ اور بعض کو اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ دو بار حضورؐ کی بعثت سے قبل انکا قتل عام کیا۔ ایک

بابوکد نذر بادشاہ کے دور میں اور دوسری بار بخت نصر بت پرست بادشاہ کے دور میں ایک عذاب
حضور ﷺ کی بعثت کے بعد بیسوی صدی میں جرمنی کے ڈکیٹر ہٹلر کے دور میں۔لیکن یہ بد بخت قوم پھر
بھی باز نہیں آئی۔اور آج ارض مقدس فلسطین میں بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہی
ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے اب اس قوم کا چوتھا راؤنڈ شروع ہونے والا ہے۔جب قانون قدرت حرکت
میں آئے گا اس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

اسکے بعد شاید آٹھویں قوم ہم خود ہوں یعنی "امت مسلمہ"۔آپ سوچیں گے کہ یہ کیسے ممکن
ہوسکتا ہے؟ ہم تو محبوب خدا حضرت محمدؐ کی امت ہیں، بھلا ہم پر کیسے عذاب الٰہی کا کوڑا برس سکتا
ہے؟ آپ کا خیال بالکل درست ہے۔کیونکہ خود آقائے نامدار تاجدار مدینہ ﷺ کا فرمان ہے کہ
میرے خدا نے میری دعا قبول فرما کر میری امت سے مسخ وخسف کا عذاب ختم کر دیا ہے اب میری
امت میں امم سابقہ والے عذاب نہیں آئیں گے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی رحمت کی بدولت
اللہ رحیم وکریم نے ہمیں محفوظ فرمادیا ہے۔حالانکہ ہم میں وہ تمام برائیاں مجموعی طور پر موجود نہیں
جو پہلی امتوں میں انفرادی طور پر تھیں۔کیا قوم نوح کی طرح ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر جیسے
اتقیاء وصلحاء کی اتباع کی بجائے ان کی پرستش مسلمان قوم نہیں کر رہی۔؟ صرف نام بدلے ہیں۔
اسی طرح قوم لوط کا عمل آج مسلمان قوم میں ایک متعدی مرض کی طرح سرایت نہیں کر چکا ہے؟
رہزانی، ڈاکہ زنی، کم تولنے اور ملاوٹ وغیرہ جیسے گھناؤنے جرائم جن کی پاداش میں قوم شعیب
تباہ ہوئی ہم میں نہیں ہیں؟ وہ تمام برائیاں جن کے ارتکاب پر بنی اسرائیل جیسی محبوب قوم مبغوض
ٹھہری کیا ایک ایک کر کے ہمارے اندر نہیں ہیں؟ ہمارے حکمران، بنی اسرائیلی حکمران کی طرح
لالچی، خودغرض، اقتدار کے بھوکے اور دشمن نہیں ہیں؟ ہمارے درویش، دنیا پرست اور جاگیر دار
نہیں ہیں؟ ہمارے علماء سو بنی اسرائیل کے علماء سو کی طرح فتویٰ فروش اور درباری نہیں ہیں؟
ہمارے ان پڑھ عوام بنی اسرائیل کی طرح صرف آرزوؤں اور خواہشات نفس کے سہارے زندہ
نہیں ہیں؟ پھر دین کے نام پر قتل وغارت گری میں بنی اسرائیل سے پیچھے ہیں؟ یہ ظالم تو مسجدوں
اور دیگر مذہبی مقامات کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ گو ہم نبی رحمت علیہ
اسلام کی وجہ سے مکمل ہلاکت سے تو محفوظ ہیں لیکن اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ
سے اپنی امت کے اختلاف اور تفرقہ سے پاک رہنے کی دعا کی مگر یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔وجہ
صاف ظاہر ہے کہ تمام انسانوں کے مزاج، طبیعت اور رائے وخیال کا ایک ہو جانا بھی قانون قدر
ت کے خلاف ہے۔اس لئے یہ دعا قبول نہ ہوئی۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اختلاف طبائع و

مزاج یا اختلاف رائے کو باہم عداوت ونفرت اور بغض وعناد کی جڑ بنا دیا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید نے صاف فرمایا ہے یعنی اختلافات کو خلاف اور اعتصام کے کو افتراق میں تبدیل نہ کرو۔ اختلاف رائے کو تو خود آقا علیہ اسلام نے ''اختلاف امتی رحمتہ'' قرار دیا ہے۔ اختلاف رائے تو انسان کا جمہوری اور پیدائشی حق ہے جسے اسلام نے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ ''جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کو بہترین جہاد قرار دیا ہے۔ ورنہ اختلاف امت اور افتراق امت کو سب سے بڑا عذاب قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالٰی نے قرآن حکیم میں مسخ وخسف اور قطع دابر جیسے بڑے بڑے عذاب گنوانے کے بعد اس سب سے بڑے عذاب کی نشان دہی فرقہ بازی، افتراق اور مختلف ناموں، ذاتوں، قبیلوں، علاقوں نسلوں اور لسانی گروہ بندیوں کی شکل میں کی ہے۔

سورۃ الا انعام آیت نمبر 65 میں ہے۔ یعنی اے میرے نبی ﷺ آپ اعلان فرما دیں لوگو! وہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے (یعنی سماوی یا ارضی) عذاب بھیج دے یا تمہیں مختلف جماعتوں اور فرقوں کا لباس پہنا دے اور پھر بعض سے بعض کو مزا چکھائے۔'' اب آپ خود ملاحظہ فرمائیں! بنو امیہ نے اہل بیت کو اور بنو عباس نے بنو امیہ کو پھر عباسی دور میں شیعہ نے سینوں کو اور سینوں نے شیعہ کو مزا نہیں چکھایا؟ تو قانون قدرت نے جڑ کاٹنے کی بجائے ہلاکو خان اور چنگیز خاں جیسے وحشیوں سے ان سب کو مزا چکھایا۔ پھر اندلس میں امویوں کی باہمی آویزشوں اور محلاتی سازشوں کی وجہ سے ہسپانوی سفاک نصرینوں سے امویوں کو وہ مزا چکھایا کہ وہاں سے اسلام کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔ ادھر مسلم سلاطین نے جس طرح ایک دوسرے کو فتح کیا اور خلافت اسلامیہ کی بجائے مختلف خاندانوں کے ناموں سے حکومتیں کیں اور خوفناک جنگیں لڑیں۔ مغلوں اور پٹھانوں، لودھیوں اور غوریوں، غلاموں اور مملوکوں نے جو جو گل کھلائے اس کا مزہ سات سمندر پار سے آنے والے گورے انگریزوں سے چکھایا گیا۔ آج عرب وعجم کے جھگڑوں، ایرانیوں اور عراقیوں کی دشمنیوں، افغانوں اور ایرانیوں کی عداوتوں اور شیعہ، سنی، وہابی، بریلوی، دیوبندی، نجدی وغیرہ جھگڑوں کی پاداش میں پہلے افغانوں کی تباہی اور اب عراقیوں کی بربادی کی شکل ہمارے سامنے ہے۔ بوسنیا، چیچنیا، کشمیر، فلسطین کے قبضے اپنی جگہ ہیں۔ اسلئے خدارا امت کے رہنما اس پر سوچیں اور امت کو اس بڑے عذاب سے نجات دلائیں۔

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

چند احادیث اور اسکی تشریح

(مولانا بدر عالم ...)

انسان بڑی مشکل سے کامل انسان بنتا ہے اس کو ضائع کر دینا صرف اپنی قوم ...
نہیں۔ بلکہ عالم انسانیت کا نقصان ہے۔

حدیث ا۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کی ...
ہے جیسے سو ۱۰۰ اونٹ کہ ان میں سواری کیلئے سانڈنی بمشکل ایک ملتی ہے (بقیہ سب لا...
ہیں یعنی بوجھ اُٹھانے کے کام کے)۔

شرح! تاریخ اِس پر شاہد ہے کہ اسلام سے قبل انسان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ جنگ ...
آبروریزی وخونریزی یہی ان کے قابل فخر اور مایہ ناز کارنامے تھے۔ ان کے نزدیک ...
انسان کو ذراسی بات پر قتل کر ڈالنا یہی اس کی بڑی قدردانی تھی، چنانچہ خوشی اور میلوں ...
کبھی وہ اپنے فخریہ کارنامے بیان کرتے تو انہی انسانیت سوز حرکات کا تذکرہ کیا کرتے ...
غریب عورت تو اس کا تو وجود ہی ان کے عقیدہ میں باعث ننگ و عار تھا حتیٰ کہ ایک مشفق ...
اپنی لخت جگر لڑکی کو اپنے ہاتھوں جب تک زندہ درگور نہ کر لیتا اس وقت تک اطمینان کے ...
لیتا تھا لیکن جب اسلام آیا تو اِس نے انسان کو انسان کی قیمت سے پہلی بار روشناس کرایا۔

اب ذرا سوچئے کہ ماحول کیا ہے اور مسئلہ کتنا کٹھن ہے لیکن آنحضرت ﷺ کا طرز ...
موثر اور دلوں میں اتر جانے والا تھا۔ یعنی یہ کہ تم اُونٹ کی قیمت تو جانتے ہی ہو، اسی پر کبھی ...
سی دیر میں قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے ہیں پھر ان میں سانڈنی کی قیمت جاننے والا تم سے بڑھ ...
کون ہوگا۔ سن لو کہ عام انسان عام اونٹوں سے کم نہیں اور جو اُن میں لائق افراد ہیں ...
سانڈنی کی قیمت سے کم نہیں۔ جس طرح ایک سانڈنی سینکڑوں اونٹوں میں بمشکل دستیاب ...
ہے۔ اسی طرح ایک لائق انسان کہیں مدتوں میں جا کر بنتا ہے۔ اس کی قدردانی ہی انسان ...
شرف ہے اور ذراسی بات پر اس کو قتل کر ڈالنا یہ شرف نہیں، انسانیت پر بڑا داغ ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بہتر انسان کون ہے، آپ ...
جواب میں ارشاد فرمایا وہ گو بہت سادہ تھا مگر بڑا فلسفیانہ بھی تھا۔ مختصر الفاظ میں آپؐ کے جو...
حاصل یہ تھا کہ انسانوں کی مثال ایسی ہے جیسے سونے چاندی کی کانوں کی، عمدہ کان سے ...

برآمد ہوتا ہے۔ صاف ہونے کے بعد وہی بڑھیا کہلاتا ہے اور اسی طرح اس کا برعکس، تم اسی پر انسانوں کو قیاس کرلو کہ اسلام میں سب سے زیادہ بہتر وہی ہے جو زمانہ کفر میں تم میں سب سے بہتر شمار ہوتا تھا، اِسی لئے آپ کی دُعا یہ تھی کہ الٰہی اسلام کو عزت دے یا عمر کو اسلام کی توفیق بخش، یا ابو جہل کو، اب آگے یہ کام قدرت کا تھا کہ وہ اِس سعادت کے لئے کس کا اِنتخاب کرتی ہے۔

پھر اس کے بعد عنقریب ہی وہ دُعا حضرت عمرؓ کے لئے مستجاب ہوئی اور سب کو معلوم ہے کہ اس کے فوراً بعد اسلام کے ضعف و ناتوانی کا نقشہ کتنی جلد قوت و شوکت کی صورت میں بدل گیا، عمر فاروقؓ کو دنیا جانتی ہے۔ لیکن ان کے علاوہ اسلام کے میدان میں دوسرے شہسواروں کی بھی کچھ کمی نہ تھی، خالدؓ بن ولید، ابوسفیانؓ، ثمامہؓ اور اُن جیسے اور بڑے مشاہیر بھی موجود تھے جن سے ابتدا میں اسلام کو سخت سے سخت نقصانات پہنچے، لیکن کبھی آپؐ نے اِس کا خیال بھی نہیں کیا کہ اِن کے قتل کے متعلق کوئی حیلہ و تدبیر کی جائے، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سب قیمتی افراد ایک دن اسلام کیلئے انتہائی قابل فخر ثابت ہوئے اور بڑی بڑی فتوحات کے مالک بنے۔

اِس جگہ اس تاریخ کو دُھرانا مقصود نہیں لیکن حضرت وحشیؓ کا قصہ ذکر کیے بغیر قلم نہیں رُک سکتا جنہوں نے زمانہ کفر میں سیدنا حمزہؓ جیسی قیمتی شخصیت کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا، لیکن اپنے اس محبوب چچا کا انتقام لینے کے لئے بھی آپ ﷺ نے کبھی ارادہ نہیں فرمایا، حتیٰ کہ وہ مشرف باسلام ہوئے اور آپ کے دامن عفو میں اِن کو بھی پناہ مل گئی۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہی تھے جنہوں نے مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کو قتل کیا اور وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح زمانہ کفر میں مَیں نے بہترین شخصیت کو قتل کیا تھا اسی طرح اسلام لانے کے بعد بھی میں نے ایک بدترین شخص کو قتل کر کے اِس کی کچھ نہ کچھ تلافی کر دی ہے۔

افراد کا تو ذکر کیا ہے، فتح مکہ کے دن آپؐ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جس فیاضانہ طریقہ پر عفو عام کا اعلان کیا اس طرح کی مثال ملنی مشکل ہے، خود آپؐ کے بیان کے بموجب جو سب سے تنگ وقت آپؐ کی زندگی میں آپ کے اوپر گذرا ہے وہ طائف کا دن تھا جبکہ آپؐ نے اہل مکہ سے مایوس ہو کر طائف کا اس امید پر رُخ کیا کہ شاید وہ آپ کی دعوت کو قبول کرلیں، لیکن انہوں نے جس بے رحمانہ انداز میں آپ کو جواب دیا اِس کی امید بھلا کس کو ہو سکتی تھی۔ اسی مایوسی پر مایوسی اور ناکامی پر ناکامی سے جو کوہِ غم آپ پر ٹوٹا اِس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ آپ کی اس

شکستہ دلی کا سماں دیکھ کر عالم بالا سے اس فرشتے کے نام جو پہاڑوں کے نظام کے لئے
یہ پیغام پہنچا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو آپ کا حکم ہو اس کی تعمیل کرے
فرشتہ حاضر ہوا اور آداب نبوت بجالا کر اس نے یہ عرض کی کہ حکم ہو تو ان دو پہاڑوں کے
درمیان یہ بستی واقع ہے ملا کر ان کو کچل ڈالوں؟ لیکن انسانیت کے اس سب سے بڑے
نے اس حالت میں بھی جو جواب دیا وہ رحمۃ للعالمین کے سوا کسی سے ممکن نہ تھا
نے فرمایا نہیں نہیں ایسا مت کرو، کیونکہ عجب نہیں کہ اگر آج نہیں تو کل ان میں کچھ ہونہار ایسے
ہو جائیں جو اللہ کی توحید کا کلمہ بلند کریں۔

محض زبانی طور پر چند کلمات ادا کر دینا اور بات ہے لیکن اپنے دشمنوں کے ساتھ
قدر دانی کا سلوک کرنا یہ کم معجزہ نہیں۔

آپؐ جانتے تھے کہ اگر قریش جیسے اہل شرف تہ تیغ کر ڈالے گئے تو پھر اسلام اگر
اطراف و جوانب میں پھیلا بھی تو کیا، اور اگر یہ اصحابِ شرف اسلام میں داخل ہو گئے تو دوسرے
لوگ خود بخود فطری طریقہ پر رام ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔

کم از کم مسلمانوں کا یہ فرض تھا کہ وہ حدیثوں کو عقیدت اور حقیقت کی نظر سے پڑھتے
کی کوئی مشکل ایسی نہ تھی جو آسان ہو چکی ہوتی، لیکن اس کا گلہ کس سے کیا جائے کہ وہ دوسروں
اتباع و محبت میں اتنے ڈوب چکے ہیں کہ اپنے مذہب کی تعلیم کی طرف نظر اُٹھانا بھی پسند نہیں
کرتے۔ اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون ٥

خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا شخص وہ ہے جس کی نظر میں اِس کی مخلوق سب سے زیادہ پیاری ہو۔

حدیث ۲:۔ حضرت انس اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے عیال نہیں لیکن اس سے بڑھ کر اس کے لئے اس کی مخلوق ہے تو اس
تمام مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جس کی نظروں میں اس کی مخلوق سب سے پیاری
ہو جیسا کہ والد کو سب سے پیارا وہ شخص معلوم ہوتا ہے جس کی نظروں میں اس کی اولاد سب سے
زیادہ پیاری ہے۔

شرح! عیسائیت یہ کہتی ہے کہ خدا اور ابن آدم کے درمیان جو رشتہ تھا وہ ابیت کا رشتہ تھا۔ اگر

لئے ان کا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جگہ جگہ جب اپنے خدا کو پکارا ہے تو اے باپ! اے باپ! کہہ کر پکارا ہے، لیکن اسلام یہ کہتا ہے کہ خدائے قدوس اور ایک مخلوق میں رشتہ کیا، وہ اس تعبیر کو مجاز اور استعارے کے رنگ میں بھی نا قابل برداشت سمجھتا ہے۔

یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر اس کی مخلوق اس کو ڈھونڈنا چاہے اور یاد کرنا چاہے تو کس رشتے سے ڈھونڈے اور یاد کرے؟ اسلام کہتا ہے کہ اس کا صرف ایک رشتہ محبت ہے جو اس کی تمام مخلوق میں مشترک ہے اور لفظ اَب (باپ) کی بجائے رب (یعنی پالنے والا) کا رشتہ پیش کرتا ہے، اس لئے سورۃ الحمد میں اللہ کی صفات میں سے پہلی صفت رب العالمین کی تصور ارشاد فرمائی گئی ہے یعنی اس کو اَب (باپ) کہنا غلط ہے وہ رب ہے اور رب بھی وہ جو رب العالمین ہے۔ ورنہ یوں کسی درجہ کی ربوبیت ہر باپ میں اپنے بیٹے کے لئے موجود ہوتی ہے مگر اللہ وہ نہیں جس کی ربوبیت اتنی سطحی اور محدود ہو، اس کی ربوبیت ربوبیت حقیقیہ ہے اور اتنی وسیع ہے کہ اس کے احاطہ میں اس کی ساری مخلوق داخل ہے۔ اسی لئے اسلام کی تعلیم کردہ محبت میں ایک ہی نہیں بلکہ اس کی تمام مخلوق داخل ہے، اسی لئے اسلام کی تعلیم کردہ محبت میں صرف انسان ہی کو نہیں بلکہ اس کی تمام مخلوق کو بھی حصہ رسد ملا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے محبت کرنے کا ہی دوسرا نام ہے لیکن خدا کی محبت کی یہ راہ رسولؐ کی محبت میں پھر رسولؐ سے صحابہؓ کی محبت میں اور اس طرح درجہ بدرجہ عام مومنین کی محبت میں، پھر اس کی تمام مخلوقات کی محبت میں سے ہو کر گزری، اس لئے اس کی محبت تک رسائی کیلئے اِن محبتوں کو عبور کرنا ناگزیر ہے۔ جو اِن محبتوں سے گذر جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی محبت پا کر رہتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کی صورتیں مختلف ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی عضو سڑ جاتا ہے تو اِسے کاٹ دینا ہی عین محبت ہے۔ جیسا کہ کوئی درخت اگر بالکل خشک ہو جائے اس کو پانی دیئے چلے جانا کھلی حماقت ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی نظر میں خدا تعالیٰ صرف معبود ہی نہیں بلکہ محبوب بھی ہے اور محبوب بھی وہ کہ اس کی محبت میں فنا ہو کر اِس کی پیدا کردہ ساری مخلوق بھی نظروں میں محبوب بن جائے اور وہ بھی صرف زبانی حد تک نہیں بلکہ اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کا وہ سلوک کیا جائے جو اس کے دعوائے محبت کے لئے شاہد صدق بن سکے۔

اسلام پر اعتراض کرنے والے تاریخ سے پوچھ کر دیکھیں کہ جب تک کوئی ...
کی پیاری مخلوق کے لئے کانٹا بن کر نہ رہ گیا، اسلام نے کبھی بھی اس کی طرف انگلی ...

حدیث ۳:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث قدسی روایت ہے کہ قیامت ...
قدوس اپنے ایک بندہ سے مخاطب ہو کر فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار پڑا اور ...
عیادت تک نہ کی۔ وہ عرض کرے گا اے رب العالمین تیری شان اس سے کہیں اعلیٰ ...
میں تیری عیادت کیا کرتا اور کیسے کرتا؟ ارشاد ہوگا کہ میرا ایک بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی ...
نہ کی، تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا (یہی ...
کا مطلب ہے) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا مگر تم نے مجھے کھانے ...
نہ دیا، وہ عرض کرے گا بھلا میں تجھ کو کھانا کیسے کھلاتا اور تو تو خود تمام جہانوں کا پالنے ...
ارشاد ہوگا کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا، تجھ ...
بھی نہیں کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اس کا نتیجہ آج میرے حضور میں خود دیکھ لیتا، اے ...
میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے مجھ کو پانی نہیں پلایا۔ وہ عرض کرے گا میں تجھ کو پانی ...
پلاتا تو تو خود رب العالمین ہے، ارشاد ہوگا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو ...
کو پانی نہیں دیا تھا، سن لے اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو آج میرے یہاں اس کا بدلہ پالیتا۔

شرح! ظاہر ہے کہ بیمار کے ساتھ محبت کرنا یہی ہے کہ اس کی بیمار پرسی کی جائے ...
بھوکے اور پیاسے کے ساتھ محبت کا ثبوت یہی ہے کہ اس کو کھانا کھلایا جائے اور پانی پلایا جا ...
تمام نسبتیں وہ ہیں، جن سے خدائے قدوس کی ذات منزہ و مبرا ہے، لیکن آپ نے دیکھا ...
میں یہ تمام نسبتیں کس طرح اس کے بندہ میں سے گذر کر کتنی شائستہ تعبیر کے ساتھ خود ...
قدوس کی طرف منتقل ہوگئیں۔

تعبیر کی شائستگی یہ ہے کہ پہلے سوال کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ **لوجدتنی**
عنده، یعنی تو یہ محسوس کرتا کہ میں اس بندہ کے پاس گویا خود موجود ہوں اور کھانا پینا اگر چہ ...
طرح ان عوارض میں سے ہے، جس سے حق تعالیٰ شانہ کی ذات پاک منزہ اور مبرا ہے، تاہم
لوجدتنی عنده کی بجائے **لوجدت ذٰلك عندی** فرمایا گیا۔ جس کا خلا ...
ہے کہ تو اس کا ثواب آج میرے دربار میں دیکھ لیتا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مریض ...

الیٰ کی رحمت اس طرح برستی ہے گویا وہی اس کا تیمار دار ہے، اس لئے بیمار پرسی کے وقت بھی اس
کا موجود ہونا کسی غلط فہمی کا باعث نہیں ہوسکتا۔ لیکن جو کھانے اور پینے سے کہیں بالاتر ہو، اس کی
کھلانے اور پلانے کے وقت موجودگی کا بیان کرنا یہ خوبصورت تعبیر نہیں۔ گو یہ سب کچھ ایک پیرایہ، بیان
ہی لیکن اس کے لئے بھی جو راہ کھلی وہ اس کی پیاری مخلوق کی محبتوں میں سے گذر کر کھلی۔

اِس حدیث قدسی میں خدائے قدوس نے اپنے بندہ کے ساتھ خطاب کا جو محبت آمیز لب و
لہجہ اختیار فرمایا ہے۔ اس کو سن کر اگر کوئی درحقیقت انسان ہو تو ندامت سے قیامت تک اس کا سر
اٹھ نہ سکے۔ ایک ایک جملہ سے ایسی محبت ٹپک رہی ہے کہ کوئی بڑا شفیق مُربی اپنے بندہ کے ساتھ
انتہائی محبت کے انداز میں گویا اس کی کوتاہی پر گلہ وشکوہ کر رہا ہے۔ **واللہ اعلی واجل۔**

سبحان اللہ! ایک طرف اِس غنی مطلق کا اندازِ خطاب کیا ہے اور دوسری طرف ہم سرتا سر
محتاجوں کا حال زبوں کیا ہے، یعنی اِس حسن سلوک کیلئے اپنے گھر سے باہر قدم نکالنا بھی ہماری بڑی
کسر شان ہے خالق مطلق کی برتری اور ایک محتاج مخلوق کی ابتری کا اس سے اندازہ فرمالیجئے۔

مومن وہ ہے جو سرتاپا اُنس ومحبت کا پتلا ہو!

حدیث ۴:۔ ترجمہ! حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان
دار آدمی تو وہ ہے جو مجسم پیکر محبت ہو، جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی اُلفت
رکھے، یاد رکھو کہ اِس میں بھلائی کی بو بھی نہیں۔

شرح! حدیث مذکور میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایک مسلمان کو اُنس ومحبت میں حاکم ومحکوم،
غریب وامیر، عالم وجاہل، ہر کس وناکس کا امتیاز اُٹھا دینا چاہیے۔ کیونکہ محبت ہی وہ نعمت ہے جس
سے نظام عالم وجود میں آیا اور اسی نعمت کے ساتھ اِس کا بقاء بھی مربوط ہے۔ مخلوقات میں کوئی
مخلوق اِس وقت تک حقیقت کا رنگ پیدا نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کے اجزاء میں پورا پورا
امتزاج اور ایک دوسرے کے ساتھ پوری پوری احتیاج موجود نہ ہو، خواہ خود اِس کا شعور ہو یا نہ ہو،
حتیٰ کہ انسانی مصنوعات بھی اس وقت تک کسی مشینری کی شکل اختیار نہیں کرسکتیں جب تک کہ اسی
کے متفرق پرزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ متصل نہ کر دیا جائے۔ اِسی نظام کے قائم رکھنے کے
لئے تمام عالم کو ایک دوسرے کے ساتھ ایسا اُلجھا دیا ہے جس کی وجہ سے بڑی بڑی مملکتیں بھی چھوٹی
چھوٹی حکومتوں کی خوشامد کرنے پر مجبور نظر آتی ہیں، اب آپ کو اختیار ہے کہ آپ اس کو فطرت کی

طرف منسوب کریں یا قدرت کا کرشمہ سمجھیں۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے اس کی شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ احتیاج و عدم احتیاج کے علاقے سے بالاتر ہو کر اپنے مابین محبت کا علاقہ پیدا کرے تاکہ انسان سے لے کر عالم حیوانات تک اطمینان وسکون کی زندگی بسر کر سکے۔ ایک حدیث میں اس حقیقت کو یوں ادا فرمایا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اگر اس کا ایک عضو بھی بیمار پڑ جاتا ہے تو اس کی بے چینی سے اِس کا تمام جسم بے چین رہتا ہے۔ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے۔

وما سمی الانسان الا لِاُنسہ
وما القلب الا انہ یتقلب

یعنی انسان کو انسان کہتے ہی اس لئے ہیں کہ وہ سرتاپا اُنس ہی اُنس ہوتا ہے اور قلب کو اسی لئے قلب ہے کہ وہ ہر وقت دھڑکتا ہے۔

اسلام سے قبل عرب خاص طور پر جس نعمت سے محروم تھا وہ یہی محبت کی نعمت تھی۔ پھر اسلام کے بعد سب سے پہلے وہ جس نعمت ؐ نے سرفراز کیا گیا وہ یہی نعمت تھی۔ اسی کو آیت ذیل میں یاد دلایا گیا ہے۔

ترجمہ! اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اُوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن، پھر اُلفت دی تمہارے دلوں میں، اب ہو گئے اِس کے فضل سے بھائی بھائی۔ (پ ٦) القرآن۔

یہ خود یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نعمت نہ تو سیم وزر کی طمع سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ جبر وتشدد اور طاقت سے، بلکہ یہ خالق کائنات کا براہِ راست ایک انعام ہے جو اُس کی مخلوق میں ان بندوں پر کسی ظاہری سبب کے بغیر ہو جاتا ہے جو اس کے صحیح معنی میں بندے بن جاتے ہیں۔ اِس حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ سے ادا فرمایا ہے۔

ترجمہ! اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا، نہ اُلفت ڈال سکتا اِن کی دلوں میں، لیکن اللہ نے اُلفت ڈالی اِن میں۔ (پ ١٠ رکوع ٤ القرآن)

بد قسمتی سے جب مخلوق کی شامت اعمال کی بدولت یہ نعمت اِس سے چھین لی جاتی ہے تو ہمیشہ بدامنی اور قتل وغارت کے بادل عالم پر برسنے لگتے ہیں۔

اب آپ اپنے عقلی فلسفہ سے تھوڑی دیر کیلئے علیحدہ ہو کر ذرا انصاف کے ساتھ اِس شرعی فلسفہ پر غور کر کے دیکھیں اور سوچیں کہ ان تمام ترقیات اور باہم محبت کی تمام جدوجہد کے باوجود کیا بات ہے جس کی بناء پر موجود عالم کو اطمینان و سکون کا ایک سانس لینا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ آپ پر صاف روشن ہو جائے گا کہ جو نعمت اسلام نے ہم کو انس و محبت سے عطاء فرمائی تھی، آج اسلام کو چھوڑ کر اِس متاعِ گرانمایہ کو خود اپنے ہاتھوں سے کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ہم صرف اسی ایک صفت کو اپنی قوم میں پیدا کر لیں تو معاشرت میں بغض و عناد، شر و فساد اور دیگر وحشیانہ حرکات کی جائے اُنس و محبت، صلح و آشتی اور انسانیت کے دوسرے شریفانہ افعال بہت جلد پھر پیدا ہو جائیں گے۔

اسلام نے اپنے ابتدائی دور سے لے کر اپنے اِنتہائی عروج کے دور تک جو قدم بھی اُٹھایا ہے وہ اِسی قانونِ محبت کے تحت اُٹھایا ہے اب ناقدر دنیا جن الفاظ سے چاہے اس کو تعبیر کر لے، کسی شاعر نے اپنے ایک شعر میں بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے جو ذرا سی ترمیم کے ساتھ درج ذیل ہے۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور اُلفت
موت کیا ہے اِن ہی اجزاء کا پریشان ہونا

حدیث ۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی عورت کی جو فاحشہ تھی صرف اتنی سی بات پر مغفرت فرمادی کہ اِس کا گذر ایک پیاسے کتے پر ہوا جو ایک کنویں کی منڈیر پر پیاس کی شدت سے زبان نکالے پڑا تھا اور دم توڑ رہا تھا، اِس کو دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا بس فوراً اِس نے اپنے سر کی اوڑھنی اُتاری اور اپنے پیر کا جوتا اِس میں باندھ کر کنویں سے پانی نکالا اور اِس کو پلا دیا بس دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور اِسی بات پر اللہ تعالیٰ نے اِس کو بخش دیا، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! جانوروں کے ساتھ ہمدردی کا بھی ہم کو ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں! جانور تو جانور ہر جاندار کے ساتھ ہمدردی کرنے پر تم کو ثواب ملے گا؟۔

حدیث ۶:۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک عورت اتنی سی بات پر عذاب سے گرفتار ہوئی کہ اِس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا، پھر نہ اِس کو کھلایا پلایا اور نہ اِس کو کھول کر چھوڑا

کہ وہ چل کر خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔

حدیث ۷:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فر... تک تم ایمان نہ لاؤ گے جنت میں نہیں جاؤ گے اور جب تک باہمی محبت نہ کرو گے پور... نہیں بنو گے تو کیا میں تم کو وہ بات نہ بتا دوں کہ جب اِس کے خوگر ہو جاؤ تو باہمی محبت کر... (وہ یہ ہے) کہ آپس میں ہر شخص کو سلام کیا کرو خواہ وہ تمہارا آشنا ہو یا نا آشنا۔ (مسلم شریف...

شرح! جنت کیا ہے؟ یہ وہ متاع گراں ہے جس کے متعلق حدیث شریف سے صرف... پتہ چلتا ہے کہ اِس کی نعمتیں نہ کسی نے دیکھیں، نہ کسی کے کانوں نے سنیں اور نہ کسی کے دل... اِن کا گذر ہوا۔ حدیث کا اسلوب بیان کتنا پیارا ہوتا ہے کہ اِس متاعِ گراں کو رفتہ رفتہ اتنا... فرما دیا کہ گویا اِس کی قیمت صرف ایک لفظ ''سلام'' رہ گئی ہے۔

اِس نعمت عظمیٰ کا حصول پہلے تو ایمان یعنی **لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ... تصدیق قلبی کے ساتھ پڑھنا قرار دیا اگرچہ اِس کلمہ کا پڑھنا مشکل بھی کیا ہے اور کسی صحیح حقیقت... تصدیق میں دشواری ہی کیا، لیکن پھر اِس کے حصول کا ذریعہ ایک ایسی صفت کو ٹھہرا دیا، جو... شریف انسان میں قدرتاً ودیعت کی گئی ہے یعنی اُنس و محبت لیکن اُنس و محبت کا لوجہ اللہ ہونا ہی ... ٹیڑھی کھیر ہے، اِس لئے محبت کے حصول کا ذریعہ ایک ایسے خوشنما کلمہ کو ٹھہرا دیا جس کو زبان سے... کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔

اب اگر اِسی سبق کو آپ یوں پڑھیں تو اور آسان نظر آتا ہے یعنی کثرت سے ایک دوسرے کو س... کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے اور اِسی محبت سے ایمان کی شیرینی دل میں اُترنے لگتی ہے اور اِس مخ... راستہ سے اگر کوئی چاہے تو ''خدا کی جنت'' بڑی آسانی سے مل سکتی ہے۔ ''داتا ہو تو ایسا ہو''۔

اِس حدیث سے ایک اصل عظیم یہ بھی معلوم ہوئی کہ بعض نیکیاں دیکھنے میں معمولی ہوتی ہیں... جیسے ایک لفظ ''سلام'' مگر اِن کے ثمرات بہت دُور رس اور قیمتی ہوتے ہیں، آہ! افسوس کہ... انگریزوں کی نقالی میں آج مسلمانوں کا معاشرہ لفظ سلام سے تقریباً خالی ہو گیا ہے اور اِس... حسرت یہ کہ اِس کی جگہ دوسری بے معنی حرکات بے معنی الفاظ نے لے لی ہے۔ جب کسی قوم ... دورِ انحطاط آتا ہے تو ہمیشہ وہ اسی طرح اپنے عمدہ خصائل چھوڑتی جاتی ہے اور دوسروں کے خسیس... رذائل اختیار کرتی چلی جاتی ہے۔

رحمت عالم کا دشمنوں سے حسن سلوک

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

دنیا میں ہزاروں عظیم الشان فاتح پیدا ہوئے اور تقریباً ہر قوم نے کسی نہ کسی دور میں فتوحات حاصل کیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ آنحضور ؐ کی بعثت سے پہلے بادشاہ مفتوحین کے ساتھ رواداری اور شرافت برتنے سے نا آشنا تھے وہ مفتوحین کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر خوش ہوتے تھے۔ اور ان کے نزدیک مغلوب قوم پر ظلم وتشدد اس کے مذہب کو مٹانا، اس کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنا، اس کے زن وفرزند کو غلام بنانا، اس کے سرداروں اور تاجداروں کو ذلیل ورسوا کرنا، انہیں طرح طرح کے عذاب واذیت میں مبتلا کرنا قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ آنحضور ؐ کی بعثت سے قبل جب ہم فاتحین عالم پر نظر ڈالتے ہیں تو بخت نصر ہمارے سامنے آتا ہے جو بابل کا مقتدر اور صاحب جبروت فرمانروا تھا۔ وہ صابی مذہب رکھتا تھا جسے بزور شمشیر پھیلانا اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے مذہبی مخالف یہودیوں پر یلغار کر کے انہیں تباہ کر ڈالنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ بیت المقدس پر حملہ کر کے اسے آگ لگا دی اور جس قدر لوگ قتل ہو سکے وہ قتل کر دیئے اور جو بچ رہے ان سب کو قید کر کے وہ بابل لے آیا جہاں سے انہیں ستر برس کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔ اس دوران میں قیدیوں پر خوفناک مظالم ڈھائے انہیں سن کر بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ۱۷۰ قبل از مسیح میں ایک رومی بادشاہ اینٹوکس (شاہ سیریا) یہودیوں پر درندوں کی طرح جھپٹا اور بیت المقدس اور ہیکل کو تباہ و برباد کر دیا۔ ہزار ہا یہودی تہ تیغ کر دیے۔ اینٹوکس کے سپاہی یہودیوں کے گھروں میں گھس جاتے تھے۔ اور جس مکان سے عہد عتیق کی کوئی کتاب مل جاتی اس کے تمام مکینوں کو قتل کر دیتے اور کتب مقدسہ کو جلا دیتے۔ ۷۰ء میں روم کے بادشاہ (ٹے ٹس) نے شہر بیت المقدس اور ہیکل کو آگ لگا دی۔ لاکھوں آدمی زندہ جل گئے۔ جو بچ رہے انہیں قتل کر دیا۔ اس یلغار میں توریت کے جس قدر نسخے اس کے ہاتھ لگے وہ اپنے ساتھ لے گیا (ٹے ٹس) کے ۶۵ برس بعد ۱۳۵ء میں آورین (قیصر روم) نے شام و فلسطین پر چڑھائی کی اور شہر بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ہیکل کو برباد کر دیا اور اس پر ہل چلوا دیئے اور اس جگہ پر پیٹر کا بت نصب کروا دیا اور شہر المقدس کا نام اپنے خاندان کے نام (ایلیا) رکھ دیا۔

مشہور مؤرخ رینی ڈاٹ لکھتا ہے۔

رومی فاتحین نے مصر کے قبطیوں پر حملہ کر کے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے انہوں نے

قبطیوں کو شکنجوں میں کسا، سمندروں میں پھینکا اور بے شمار قبطیوں کو جلا وطن کر دیا۔ جسٹن
صرف ایک شہر اسکندریہ میں دو لاکھ قبطیوں کو ایک یلغار میں قتل کر دیا۔ نوشیراں نے (جس
جاتا ہے) انطاکیہ پر حملہ کر کے اسے آگ لگا دی اور پورے شہر کو جلا کر خاکستر کر
مزدکیہ کے اٹھارہ ہزار افراد بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالے۔ یہ چند واقعات مشتے از خروار
ہیں ورنہ بعث نبوی سے قبل فاتحین کے مظالم اکھٹے کیے جائیں تو اس قدر ہیں کہ ان
جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ یہ صرف آنحضور ﷺ ہی تھے جنہوں نے مفتوحین کو بھی انسان سمجھ
ان کے ساتھ شرافت و عزت اور رحمت و رافت کا وہ سلوک روا رکھا جو چشم فلک نے پہلے ن
تھا۔ حضورؐ کی حیات طیبہ زندگی کے ہر معاملے میں تمام انسانوں کیلئے بہترین نمونہ ہے۔ دشم
سے حسن سلوک کے معاملے میں آنحضورؐ کی حدیث آپؐ کے اخلاق حسنہ کی شاہ رح ہے
ؐ نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ کوئی مجھ پر ظلم کرے میں اس کو قدرت
کے باوجود معاف کر دوں "جو مجھ سے قطع (تعلق) کرے میں اس کو (اپنے ساتھ) ملاؤں۔"
"جو مجھے محروم رکھتے ہیں ان کو عطا کروں' غضب اور خوشنودی دونوں حالتوں میں حق گو
شیوہ بناؤں"۔ "تنگ دستی اور فارغ البالی میں میانہ روی اختیار کروں اور خلوت جلوت (ہر حال
میں اللہ سے ڈرتا رہوں، قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔" برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی
لیکن جو شخص (بجائے انتقام کے) معاف کر دے اور اصلاح (محبت) کی طرف قدم اٹھائے
اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائیگا۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں
کرتا" آنحضورؐ کی ذات والا صفات عفو و درگذر میں اپنی مثال آپ تھی، آپؐ رحمت اللعالمین
تھے، جب ہم ایک فاتح کی حیثیت سے مفتوحین کے ساتھ آنحضورؐ کے حسن سلوک دیکھتے ہیں تو
حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو قریش مکہ نے کونسا ظلم تھا جو آپؐ پر روا نہ
رکھا۔ ایک بار انہوں نے جوش غضب میں فیصلہ کیا کہ (نعوذ باللہ) حضورؐ کا کام تمام کر دیا جائے
اس نہ پاک مقصد کے لیے انہوں نے مکہ کے اسی (۸۰) شہ زور نوجوان منتخب کیے اور تاکید کی کہ
جس طرح بھی ممکن ہو اپنی جانوں پر کھیل کر محمدؐ کا کام تمام کر دو۔ یہ اسی نوجوان مسلح ہو کر نصف
شب کے بعد مکہ سے روانہ ہوئے اور کو تنعیم سے اتر کے نہات خاموشی کے ساتھ رات کے
اندھیرے میں لشکر اسلام کے قریب پہنچے لیکن اس سے پیشتر کہ وہ لشکر میں گھس کر اپنا مقصد پورا
کریں۔ جانثاران رسالتؐ نے ان کو گرفتار کر لیا۔ جرم کھلا ہوا تھا اور سب مجرموں کو سزائے قتل تھی

لیکن صبح ہوتے ہی جب ان سب لوگوں کو حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ان سب کو چھوڑ دو چنانچہ یہ سب بری کر دیئے گئے (بخاری مسلم) مفتوحین کے ساتھ حسن سلوک کی ایک مثال فتح مکہ کے موقع پر ملتی ہے جب حضورؐ نے کمال رحمت و رافت سے اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو بھی معاف فرمادیا مثلاً اس موقعہ پر اپنے پیارے چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے قاتل وحشی کو بھی معاف فرمادیا۔ ابو سفیان بن حرب کی بیوی کو بھی معاف فرما دیا اس نے حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور اسے کچا چبالیا تھا۔ جس نے حضرت حمزہ کے کان ناک اور بعض دوسرے اعضاء کاٹ کر اسے اپنے گلے کا ہار بنالیا تھا۔ عکرمہ بن ابو جہل کو بھی معاف کر دیا جو حضورؐ کو ستانے میں ابو جہل سے کسی طرح کم نہ تھا۔ فتح مکہ کے دن وہ جان بچا کر یمن بھاگ گیا اس کی بیوی ام حکیم بن بنت حارث بن حشام اسلام لائے اور بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ یارسول اللہ عکرمہ کو امان دیجئے رحمت عالمؐ نے فرمایا اسے امان ہے۔ عبداللہ بن ابی سرح کو بھی جاں بخشی فرمائی جو نفاق و کفر کی حالت میں اس قدر خائن تھا کہ قرآن حکیم کے الفاظ تک بدل دیا کرتا تھا۔ عبداللہ بن زبعری کو بھی معاف فرمادیا جو دن رات حضورؐ کی ہجویں لکھا کرتا تھا اور انہیں جگہ جگہ سنایا کرتا تھا۔ صفوان بن امیہ بن خلف کو بھی امان عطا فرمائی جو لوگوں کو حضورؐ کے قتل پر آمادہ کرتا تھا۔ اور یہ کہ ابو سفیان کو بھی معاف فرمادیا جس کی زندگی کا ہر ہر لمحہ حضورؐ کو نقصان پہنچانے کی تجویزیں سوچنے کیلئے وقف تھا۔ غرض آنحضورؐ کا عفو و کرم باران رحمت کی مانند تھا کہ جو سب پر برسا۔ قریش مکہ جو حضورؐ نے ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد انہیں **لاتثریب علیکم الیوم کا مژدہ جانفزا** سنایا۔ یعنی آج کے دن تم سے کوئی مواخذہ نہیں۔ یہود ہمیشہ آنحضورؐ کی زندگی ختم کرنے کی کوششوں میں مشغول رہتے تھے۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو وہاں کے مفتوح یہودیوں نے اپنے ایک مقتول سردار مرحب کی بہن زینب بنت حارث کو ورغلایا کہ مرحب کا بدلہ لینے کا بڑا اچھا موقعہ ہے تم محمدؐ کو زہر دے کر ان کا کام تمام کر دو۔ زینب کو یہ ترکیب پسند آئی۔ آنحضورؐ ابھی خیبر ہی میں قیام فرما تھے کہ زینب نے بھنی ہوئی بکری کے شانے میں زہر ملایا اور آپؐ کے پاس لے آئی اور نہایت نیاز مندی اور لجاجت کے ساتھ اسے قبول کرنے کی درخواست کی۔ حضورؐ نے اس کی خوشنودی کی خاطر اس کو قبول فرمالیا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو بعض صحابی آپؐ کے ساتھ شریک تھے لیکن پہلا ہی لقمہ کھا کر آپ پر حقیقت منکشف ہو گئی اور آپؐ نے معاً اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کھانے سے ہاتھ روک لو کیونکہ اس

گوشت میں زہر ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے زینب کو لائے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ
تو آپؐ نے پوچھا! کیا اس گوشت میں جو میرے پاس ہدیتاً لائی تھی زہر ملایا تھا؟ وہ بولی
کس نے کہا؟ آنحضورؐ نے فرمایا: مجھے خود گوشت سے آواز آئی میں زہر یلا ہوں
فرماتے ہیں واقعی میں نے زہر ملایا تھا۔ آنحضورؐ نے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ یہ
مقصود تھا آپؐ اللہ کے سچے نبی ہیں یا نہیں؟ اگر سچے نبی ہیں تو آپ کو معلوم ہو جائے
رہیں گے ورنہ ہلاک ہو جائیں گے اور آپؐ کی ہلاکت ہمارے حق میں بہتر ہوگی یہ سن کر
نے فرمایا: خدائے بزرگ و برتر تم لوگوں کو کبھی مجھ پر مسلط نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر آپؐ نے
اور اس کو اکسانے والے تمام یہودیوں کو معاف فرما دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن کے ساتھ
گزرسے کام لینے کے لئے جس بلند اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے اس کی نظیر اولین
سالارِ افواج اسلام حضرت محمدؐ کے علاوہ تاریخ انسانی میں کہیں نظر نہیں آتی بنو قینقاع او
نضیر میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جاسوسی، فتنہ فساد، بغاوت اور در پردہ دشمن کی
کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن اس پر قابو پا لینے کے بعد ان کو بخش دیا جاتا ہے اور انکی
منقولہ دولت ساتھ لے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اسی طرح غزوہ حنین و طائف اور
قطبہ و طے کے قیدیوں کو بغیر فدیا کے رہا کر دیا جاتا ہے کیا تاریخ عالم میں عفو درگزر کی کوئی مث
ایسی بھی دکھائی جا سکتی ہے؟ آنحضورؐ نے اپنی حیات مبارکہ میں عفو درگزر اور دشمنوں سے ح
سلوک کے جو اعلیٰ ترین نمونے پیش فرمائے، وہ ان کے بعد صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے وا
تمام مسلمان جرنیلوں کے لئے مشعل راہ بنے۔ مسلمان جرنیلوں نے ہمیشہ اپنے بدترین دشمنوں
عزت و آبرو اور ان کے مال و متاع کی حفاظت کی اور ان کی زن و مرد کو مکمل آزادی عطا کی۔ د
فاروقی میں جب مسلمان فاتحانہ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو تاریخ گواہ ہے کہ کسی شخص
بال بھی بیکا نہ ہوا۔ مگر جب عیسائی اسی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو انہوں نے شہری آبادی کو اس
بے دریغی اور ظالمانہ طریقے سے قتل کیا کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں ۔۔۔ چھیانوے سال بعد
مسلمان اسی شہر میں داخل ہوئے تو کسی ایک شہری کا خون کا قطرہ نہ بہا۔ فاتح مسلمانوں نے
عفو درگزر کی زندہ و تابندہ مثالیں قائم کیں۔ یہ سب آنحضورؐ کی سنت پر عمل کرنے کا نتیجہ تھا رحمت
للعالمین کے نقش قدم پر چلنے کی برکات تھیں۔ (بشکریہ نوائے وقت)

اصلاح کا کام

(محمد صدیق ڈار)

ارکان سلسلہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمتہ اللہ علیہ کی سلسلہ توحیدیہ قائم کرنے کی غرض وغایت کیا تھی۔ آپ نے اپنے سلسلہ کی مکمل تعلیم، اس کی انفرادیت اور اغراض و مقاصد کو اپنی تصانیف میں بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادیا ہے۔ آپ نے روحانی بنیادوں پر اصلاح کی اس تحریک کو، شریعت کے مطابق اور سائنسی بنیادوں پر منظم کیا تاکہ اللہ والے صوفیوں کی ایک جماعت تیار کی جائے جو مخلوق خدا کی خدمت اور اصلاح کا کام روحانی طریقے سے انجام دے۔

اصلاح کے کام کیلئے مطلوبہ صلاحیت پیدا کرنے کے لئے سلسلہ کی تعلیم میں کثرت ذکر کے ساتھ ساتھ نماز کی پابندی اور اخلاق کی اصلاح پر بہت زور دیا گیا ہے اور تمام مریدوں کو اس تعلیم پر پورے جوش وجذبہ اور ثابت قدمی سے عمل کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ اصل چیز تعلیم ہی ہوتی ہے۔ شخصیتیں آتی جاتی رہتی ہیں لیکن تعلیم باقی رہتی ہے۔ اسی لئے بانی سلسلہؒ نے کبھی بھی شخصیت پرستی کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم دیدار بازی کے قائل نہیں ہیں۔ مرشد کو زندگی میں دو چار مرتبہ دیکھ لینا کافی ہے اصل کام تعلیم پر عمل ہے۔ تعلیم پر عمل کرو گے تو جہاں بھی ہو گے تمہیں میرا فیض پہنچتا رہیگا۔ اگر تعلیم پر عمل نہ کرو گے تو میرے ساتھ رہنے سے بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا۔

قارئین کرام! اس وقت ہمارا ملک بلکہ پورا عالم اسلام جس نازک دور سے گذر رہا ہے اور جو ہماری اخلاقی حالت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ بایں ہمہ بھی مایوس ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمیں رجائیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نظر کرم فرمادیں تو حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ لیکن اسلام بے عملی کی تعلیم نہیں دیتا اس لئے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا کسی صورت بھی مناسب نہیں ہے۔ ہم سب بھائی دل سے یقین رکھتے ہیں کہ بانی سلسلہ کی تعلیم قرآن کریم اور حضور رحمتہ اللعلمینؐ کی سنت کے عین مطابق ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تعلیم کے علمبردار ہونے کی حیثیت سے جو عظیم ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی اس کا احساس کریں اور اس تعلیم کو نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کیلئے عزم صمیم کرلیں۔ یہ بہت بڑا کام ہے لیکن اللہ کی مدد شامل حال ہو تو کوئی چیز ناممکن نہیں رہتی۔ ہاں شرط یہ ہے کہ اللہ کی خاطر اس کام کیلئے کمر ہمت باندھ لیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ محمدؐ آیت نمبر 7 میں ارشاد فرماتے ہیں۔

یایھا الذین امنوا اِن تنصر الله ینصر کم ویثبت اقدامکم o

ترجمہ! ''اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے
دیگا''۔

میں انتہائی دلسوزی کے ساتھ سلسلہ کے بزرگ اور نوجوان بھائیوں کی خدمت میں
ہوں کہ وقت کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اصلاح اُمت کے کام کو دوسرے سب کاموں
ہوئے اسے اپنی زندگی کا مقصود قرار دے لیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی اصلاح کا کام بانی سلسلہ
ہوئے طریقوں کے مطابق ہر بھائی، ہر جگہ اور ہر مناسب موقع پر کرنے کا عزم کرے۔
اور انسانی کوشش کے ثمرات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ہمیں نتائج کو اللہ پر چھوڑتے ہوئے
کی پابندی، کثرت ذکر، توکل علی اللہ اور کسب حلال کی دعوت دینے کا کام جوش و جذبے کے ساتھ
رکھنا ہے۔ اس سلسلہ میں بھائیوں کے ذہن میں جو تجاویز ہوں وہ ضرور سامنے لائی جائیں تا
کر بہتر نتائج حاصل کئے جائیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے جو بندے غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ
ہوئے ہیں وہ اس کے در پر آ جائیں۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے دنیا و آخرت
سرخرو ہو جائیں۔

محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ کی مخلوق کی اصلاح کا کام کرنے سے بڑی کوئی نیکی نہیں
یہی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مدد کرنا ہے اور اُس کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرنے والوں
اللہ تعالیٰ دُنیا و آخرت میں اجرِ عظیم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ آپ بے شک آزمالیں کہ آپ سلسلہ
کی تعلیم کے فروغ کیلئے جس قدر خلوص اور محنت سے کام کریں گے اللہ اپنے فضل سے روحانی ترقی
ساتھ ساتھ اسی قدر دُنیوی خوشحالی بھی عطا فرمائے گا۔

اللہ کے بھروسہ پر یہ کام ہمیں ہی کرنا ہے کیونکہ اس کیلئے آسمان سے فرشتے تو نہیں آئیں گے۔
البتہ جو لوگ اللہ کی رضا کی خاطر کام کرتے ہیں اللہ اُن کی مدد ضرور فرماتے ہیں اور اگر فضا
پیدا ہو جائے تو فرشتے بھی مدد کے لئے اُتر آتے ہیں۔ میں اپنی علمی بے مائیگی کے باوجود اپنی سمجھ
اور اہلیت کے مطابق اپنے ہادی و مرشد کے مقدس مشن کو آگے بڑھانے کیلئے اپنی سی کوشش کر رہا ہوں۔
اللہ کی رضا اور حضور ﷺ کی خوشنودی کی خاطر تعمیر ملت کے اس کام میں آپ بھائی جو تعاون
رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین!

جو اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں اللہ اُنکا ہو جاتا ہے۔ جو اللہ کے دین کی رحمتیں اور برکتیں اور
سہولتیں دوسرے انسانوں تک پہنچانے کی فکر میں لگ جاتے ہیں اللہ اُن کے کاموں کو سنوارنے میں لگ
جاتے ہیں اور ان کے سب کاموں میں برکت ڈال دیتے ہیں۔

حج کے دوسرے اعمال کے آداب

(ابو حامد محمد الغزالیؒ)

عرفات کے بعد مزدلفہ میں جائے اور غسل کرے اس لئے کہ مزدلفہ حرم میں داخل ہے اور مغرب کی نماز دیر میں عشاء کے ساتھ ملا کر ایک اذان اور اقامت سے پڑھے اگر ممکن ہو تو یہ رات مزدلفہ میں جاگ کر گزارے کیوں کہ یہ رات بہت اہم اور قیمتی ہے اور یہاں رات کو قیام کرنا عبادت ہے اور جو یہاں قیام نہ کریگا اِسے ایک بکرا ذبح کرنا ہوگا۔ منیٰ میں پھینکنے کے واسطے وہاں سے ستر پتھر اُٹھالے کیونکہ ایسے پتھر وہاں کافی مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ رات کے آخری حصہ میں منیٰ کا قصد کرے اور فجر کی نماز اول وقت میں پڑھے اور جب مشعر الحرام میں پہنچے تو اُجالا ہونے تک وہاں قیام کرے اور دُعا میں مشغول رہے پھر وہاں سے اِس مقام پر پہنچے گا جس کو وادی محسر کہتے ہیں۔ جانور ہو تو اِسے تیز چلائے اور پیدل ہو تو جلدی جلدی چلے یہاں تک کہ وہ میدان طے ہو جائے یہ سنت ہے پھر عید کی صبح کو کبھی تکبیر کبھی تلبیہ کہے یہ عمل جاری رکھے جب تک اس بلندی پر نہ پہنچ جائے جسے جمرات کہتے ہیں اور اس کو عبور کر کے جب اس بلندی پر پہنچے تو قبلہ رو ہونے کے راستہ میں داہنے ہاتھ واقع ہے اِسے جمرۃ العقبہ کہتے ہیں۔ جب سورج ایک نیزہ کی مقدار میں بلند ہو جائے تو سات پتھر اس جمرہ پر پھینکتے۔ اس موقع پر قبلہ رو رہنا اولیٰ ہے یہاں لبیک کے بدلے اللہ اکبر کہے اور ہر پتھر پھینکتے وقت یہ الفاظ ادا کرے۔

اللھم تصدیقا بکتابك واتباعا لسنة نبیك

جب فارغ ہو جائے تو تلبیہ (لبیک) اور تکبیر کہنا موقوف کر دے۔ ہاں ایام تشریق کے آخری دن کی صبح تک ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات کہے جو عید کے روز سے چوتھا دن ہے۔ پھر اپنی قیام گاہ میں جا کر دُعا میں مشغول ہو جائے پھر اگر ارادہ ہو تو قربانی کرے اور اِس کی شرائط کا اہتمام کرے اور اِس وقت بال تر شوائے جب پتھر پھینک چکا اور بال اِس دن کٹوا چکا تو گویا احرام سے فارغ ہو گیا اور جو چیزیں احرام کی وجہ سے ممنوع تھیں اب حلال ہو گئیں۔ ہاں جماع اور شکار ابھی تک جوں کے توں ہیں۔ پھر مکہ معظّمہ جا کر طواف رکن کرے عید کی شب جب نصف سے زائد گزر جائے تو طواف کا وقت شروع ہو جاتا ہے لیکن عید کے دن طواف کرنا زیادہ اولیٰ ہے اور اس طواف کے وقت کی کوئی انتہا نہیں بلکہ جتنی بھی تاخیر کرے گا یہ فوت نہوگا لیکن اِسے احرام سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوگا اور جماع کرنا حرام رہے گا۔ جب یہ طواف بھی طواف قدوم کی طرح

پوری رعایت کے ساتھ ادا کرلیا تو حج کا اہتمام ہو جائے گا۔ اب جماع اور شکار بھی حلال ہو جائے گا۔ اگر سعی پہلے کر چکا ہو تو پھر دوبارہ نہ کرنے ورنہ سعی اِس طواف کے بعد کرے جب پتھر مار اور بال منڈوا چکا اور طواف بھی کر لیا تو حج مکمل ہو گیا اور احرام سے فارغ ہو گیا۔ لیکن ایام تشریق میں پتھر پھینکنا اور منیٰ میں رات گزارنا زوال کے بعد ہوتا ہے جب طواف اور سعی سے فارغ ہو جائے تو پھر منیٰ میں آئے اور وہاں رات گزارے کیوں کہ یہ واجب ہے۔ دوسرے دن آفتاب کے زوال سے پہلے پتھر پھینکنے کے واسطے غسل کرے اور پہلے جمرہ کو جو عرفات کی طرف ہے سات پتھر مارے اور قبلہ رو کھڑا رہے اور سورہ بقرہ کی مقدار میں دُعا مانگے پھر سات پتھر درمیان والے جمرۃ میں پھینکے اور دُعا کرے پھر سات جمرۃ العقبہ میں پھینکے اور اِس رات کو منیٰ میں قیام کرے پھر عید کے تیسرے دن بھی اِسی ترتیب سے اکیس پتھر ان تینوں جمرات پر مارے اگر چاہے تو اسی پر اکتفا کرتے ہوئے مکہ معظمہ چلا جائے۔ اگر غروب آفتاب تک ٹھہرا رہے گا تو اِس رات کو قیام واجب ہوگا اور اگلے دن پتھر مارنا پڑیں گے۔

عمرہ کا بیان

جب عمرہ کرنا چاہے تو غسل کر کے احرام کے کپڑے پہنے اور مکہ معظمہ سے نکل کر میقات تک جائے میقات جعرانہ، تنعیم اور حدیبیہ ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ عمرہ کی نیت کر کے یہ الفاظ ادا کرے۔

لبیك بعمرة ۔ مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جا کر دو رکعت ادا کرے پھر مکہ معظمہ واپس آئے اور راستہ میں تلبیہ کہے۔ جب مسجد میں پہنچ جائے تو تلبیہ کہنا بند کر دے اور جس طرح حج کے باب میں ذکر ہوا اس کے مطابق طواف اور سعی کرے پھر بال منڈوائے۔ بس عمرہ ادا ہو گیا یاد رہے کہ عمرہ سارا سال ہو سکتا ہے جو لوگ مستقلاً مکہ معظمہ میں مقیم ہوں انہیں چاہئے کہ بکثرت عمرے کریں ورنہ کم از کم طواف کرے یہ بھی نہ ہو سکے تو بیت اللہ کی زیارت کیا کرے۔ جب خانہ کعبہ کے دروازے میں جائے تو دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھے اور ننگے پاؤں تعظیم و تکریم کے ساتھ اندر جائے اور آبِ زمزم پیٹ بھر کر پئے۔ جس نیت سے پئے گا اِسے شفا حاصل ہوگی اس موقعہ پر یہ دُعا پڑھے۔

اللهم اجعله شفاءً من كل سقمٍ وارزقني الاخلاص واليقين والمعافات في الدنيا والاخرة ٥

طواف وداع کا بیان

جب واپسی کا قصد کرے تو پہلے اپنا سامان سنبھالے اور تمام کاموں سے فارغ ہو کر بیت اللہ

سے رخصت ہو یعنی سات بار طواف وداع کرے اور دو رکعت نماز پڑھے جیسا طواف کے حال میں ذکر ہو چکا ہے اِس طواف میں اضطباع اور جلدی جلدی چلنا ضروری نہیں پھر ملتزم میں جا کر دعا کرے۔ اور کعبۃ اللہ کو دیکھتا ہوا اُلٹے پاؤں پھرے یہاں تک کہ مسجد سے باہر آ جائے۔

مدینہ منورہ کی زیارت کا بیان

مدینہ منورہ میں جانا بہت بڑا خیر کا کام ہے کیونکہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گا اِس نے گویا میری زیارت کی اور فرمایا کہ جو شخص محض زیارت کی غرض سے مدینہ منورہ میں آئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے کہ مجھے اس کا شفیع بنا دے۔ مدینہ منورہ کے راستہ میں درود شریف کثرت سے پڑھے اور جب مدینہ منورہ کی مقدس دیواریں نظر آئیں تو یہ کلمات کہے۔ **اللھم ھذا حرم رسولك فاجعله لی وقاية من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب٥**

پہلے تو غسل کرے پھر مدینہ منورہ میں داخل ہو خوشبو اور سفید کپڑے استعمال کرے جب شہر میں داخل ہو تو فروتنی اور توقیر کے ساتھ رہے اور یہ کلمات کہے۔ **اللھم ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق وجعل لی من لدنك سلطانا نصيرا۔**

پھر مسجد نبوی میں جا کر منبر کے نیچے دو رکعت نماز اِس طرح ادا کرے کہ منبر کا عمود اِس کے دائیں کندھے کے مقابل ہو اِس واسطے کہ یہاں جناب سرور کائنات ﷺ کے قیام کی جگہ تھی۔ پھر زیارت روضہ اطہر کا ارادہ کرے اور مشہد اقدس کی طرف متوجہ ہو اور منہ پھیر کر پشت بقبلہ ہو جائے روضہ اطہر کی مقدس دیوار پر ہاتھ رکھ کر بوسہ دینا سنت نہیں ہے بلکہ اصل تعظیم دور رہنا ہے پھر یہ کلمات کہے۔

السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا نبی الله السلام عليكم يا حبيب الله، السلام عليك يا صفی الله، السلام عليك يا سيد ولد آدم، السلام عليك يا سيد المرسلين و خاتم النبين ورسول رب العالمين السلام عليك وعلى الك واصحابك الطّاهرات امهات المومنين جزاك الله عنا افضل ماجزی نبياً عن أمتِه وصلى عليك كل ماذكرك الذاكرون وغفل عن الغافلون٥

اگر کسی نے حضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ سلام پہنچانے کی وصیت کی ہو تو یوں عرض

کرے۔ السلام علیك یا رسول الله من فلان ، السلام علیك
رسول الله من فلان۔

پھر تھوڑا سا آگے بڑھ کر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی
اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرے۔

السلام علیکما یا وزیری رسول الله والمعاونین له
القیام بالدین مادام حیا والقائمین بعده فی اُمته بامور الدین
تتبعان فِی ذالك آثارہٗ تعملان بسنّته فجرا کما الله خیر ما
وزراء نبی علی دینه۔

پھر وہاں کھڑے ہوکر جتنی دیر دُعا چاہے مانگے اور وہاں سے فارغ ہوکر بقیع غرقد میں
اور وہاں آرام فرمانے والے بزرگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب اور دوستوں کی ز
کرے۔ جب مدینہ منورہ سے مراجعت کرے تو جناب نبی مکرم، محبوب رب العالمین کی ز
سراپا بسارت سے کونین کی سعادت حاصل کرکے رُخصت ہو۔

حج کے اسرار کا بیان

حج کے سلسلہ میں جو کچھ بیان ہوا یہ اس کے ارکان و اعمال تھے لیکن ان میں سے ہر ر
ایک بھید اور راز ہے اور ہر ایک کی ایک حقیقت ہے اس سے مقصود عبرت اور آخرت کی یاد
حقیقت یہ ہے کہ آدمی اِس طرح کی مخلوق ہے کہ وہ جب تک اپنا اختیار اپنے مالک کے سپر
دے سعادت کی انتہا کو پہنچنا بہت مشکل ہے جیسا کہ کتاب کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔ خواہشا
پیروی بندہ کے لئے موجب ہلاکت ہے۔ جب تک اپنے اختیار میں ہو اس کا کوئی کام شر
کے حکم سے نہیں ہوتا بلکہ وہ خواہش کی متابعت بن جاتی ہے اور اس کا کوئی کام بندگی کے تقا
کو پورا نہیں کرتا اور بندگی کے سوا کسی کام میں انسان کی سعادت نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ
سابقہ ملتوں میں ہر اُمت کو رہبانیت اور سیاحت کا حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ عبادت کرنے وا
آبادی سے باہر نکل جاتے مخلوق سے تعلقات منقطع کر لیتے اور پہاڑوں پر جا کر ساری عمر مج
اور ریاضت میں گزار دیتے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول
ہمارے دین میں سیاحت اور رہبانیت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اِس کے عوض اللہ تعالیٰ نے ہم
جہاد اور حج کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کی جگہ اس اُمت کو حج کا حکم دیا کیونکہ اس
مجاہدہ کا ثواب بھی حاصل ہو جاتا ہے اور عبرتوں کا سامان بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف

سیات عطا فرمائی ہے اور اپنی طرف اس کی نسبت کی اور اس کو بادشاہوں کے در دولت کی مانند
اس کے اطراف و جوانب کو محترم ٹھہرایا اور اس کی تعظیم کی خاطر وہاں کے شکار اور درختوں کو
ایا۔ اس
رام کر دیا اور میدان عرفات کو شاہی در دولت کے جلوہ خانے کی مانند حرم کے سامنے بنایا تاکہ
مام اطراف نے بیت اللہ سامنے ہو اور ہر طرف سے اس کا ارادہ وقصد کیا جا سکے۔ حالانکہ یہ
ت معلوم اور طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکانیت اور خانہ کعبہ میں رہنے سے منزہ اور پاک ہے لیکن
دمی کا شوق جب بے انتہاء ہو اور اس کی آرزو حد سے زیادہ ہو تو جو چیز دوست کی طرف منسوب
وتی ہے وہ جان و دل سے بھی زیادہ مرغوب نظر آتی ہے۔ مسلمانوں نے اسی شوق میں اپنے اہل
عیال اور مال و وطن کو ترک کیا اور جنگلوں اور بیابانوں کے خطرات برداشت کرتے ہوئے
غلاموں کی طرح سچے دوست اور مالک مطلق کے آستانہ عالیہ کا قصد وارادہ کرلیا اور اس عبادت
میں انہیں ایسے کاموں کا حکم ہوا جو بظاہر عقل میں نہیں آتے جیسے پتھر پھینکنا، صفا و مروہ پر دوڑنا اور
یہ اس لئے کہ جو چیزیں عقل میں آجاتی ہیں ان کے ساتھ انسانی نفس بھی کسی نہ کسی درجہ میں
مانوس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کام اور اس کی وجوہات کو جب جان لیتا ہے تو انس ہو ہی جاتا ہے
مثلاً ایک آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعہ محتاجوں کی مدد ہو گی اور نماز میں معبود حقیقی کے سامنے
فروتنی اور عاجزی ہو گی۔ روزہ میں شیطانی لشکر کی شکست کا سامان ہے، ممکن ہے کہ آدمی کی
طبیعت عقل کے موافق حرکت کرے لیکن کمال بندگی یہ ہے کہ بندہ محض اللہ کے حکم سے کام کرے
اور اس کے باطن میں اس کام سے اور کوئی خواہش نہ ہو، پتھر پھینکنا اور دوڑنا (سعی) اس قسم کے
افعال ہیں کہ عبادت و بندگی کے سوا اور کوئی وجہ نہیں جس کے لئے آدمی یہ کام کرے اسی واسطے
جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

لبيك لحجة حقاً تعبداً ورقا۔

گویا آپ نے بالخصوص حج کی شان میں یہ فرمایا اور عبودیت و بندگی اس کا نام تجویز فرمایا۔
بعض لوگ جو حیرانی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ حج کے اعمال سے مقصد کیا ہے تو یہ حیرانی دراصل ان
کی غفلت کے باعث ہوتی ہے وہ حقیقت حال سے بے خبر ہو جاتے ہیں کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ
یہاں کوئی مطلب نہیں اور اس سے غرض بے غرضی ہے تاکہ محض عبادت کا رنگ ظاہر ہو اور بندہ کی نظر
محض اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہو جو اس کا مالک ہے۔ اس میں طبیعت اور عقل کا کسی طرح دخل نہ ہو تا کہ آدمی
اپنے آپ کو باقی مطلق جل وعلیٰ مجدہ کے لئے فنا کر دے کیونکہ نیستی اور بے نصیبی میں ہی آدمی کی
سعادت ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حکم کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے۔

حج کی عبرتیں

اس سفر کو اللہ تعالیٰ نے سفر آخرت کی مانند بنایا ہے کیونکہ اُس سے مقصود ایک
اس سفر سے اس کے حالات و مقدمات معلوم کرنے چاہئیں۔ جب آدمی اپنے اہل و
دوست احباب سے رُخصت ہو تو یہ سمجھے کہ یہ رُخصت اس رُخصت کی مانند ہے جو سکرات
میں ہوگی اور اس سفر سے پہلے تمام تعلقات سے فارغ ہو کر آدمی نکلتا ہے اسی طرح آخری
بھی چاہئے کہ تمام دنیا سے دل کو خالی کرے ورنہ سفر آخرت اس کے لئے مشکل ہو جائے
جب اس سفر کے لئے توشہ اور زادِ راہ مہیا کرتا ہے اور ہوشیار ہو کر ہر طرح احتیاط کرتا ہے کہ
میں کہیں تکلیف نہ ہو تو اسی طرح خیال کرنا چاہیے کہ میدان حشر بہت بڑا اور ہولناک میدان
اور وہاں توشہ و زادِ آخرت کی سخت محتاجی ہوگی۔ اور جیسے اس سفر میں وہ چیز اپنے ساتھ نہیں
بہت جلد خراب ہونے والی ہوتی ہے کیونکہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا ساتھ نہ دے گی اور یہ توشہ زاد
کے لائق نہیں اسی طرح جس عبادت میں ریا اور قصور شامل ہو اس کے متعلق خیال کرے کہ
آخرت کے توشہ کے قابل ہیں اور جب سواری پر سوار ہو تو جنازہ کو یاد کرے کیونکہ جانا تو ہے
اور سفر آخرت میں سواری بھی ہوگی اور ممکن ہے کہ سواری سے اُترنے کا موقعہ نہ ملے اور جنازہ
وقت آ جائے بہر حال چاہیے یہ کہ سفر حج سفر آخرت کا نمونہ بن سکے۔ اور جب احرام کے کپڑے
تیار کرے اور نزدیک پہنچتے ہی روزمرہ کے کپڑے اُتار کر انہیں پہنے گا اور ظاہر ہے کہ وہ دو سفید
چادریں ہیں تو اس وقت کفن کو یاد کرے کہ وہ بھی تو دنیا کے لباس سے مختلف ہے اور جب پہاڑ
گھاٹیاں اور جنگل نظر آئیں تو نکیرین اور قبر کے سانپ بچھو یاد کرے کیونکہ قبر سے میدان حشر تک
بہت بڑا جنگل ہے اور اس میں ان گنت گھاٹیاں ہیں اور جس طرح بغیر رہبر جنگل کی آفتوں سے
بچنا ممکن نہیں اسی طرح عبادت کے بغیر قبر کے ہولناک ماحول سے بچنا ممکن نہیں۔ اور جیسے جنگل
میں اہل و عیال اور دوست احباب سے الگ تھلگ اور تنہا ہوتا ہے قبر میں بھی اسی طرح تنہا ہوگا۔
اور جب تلبیہ (لبیک) کہنا شروع کرے تو یہ محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ کی صدا و ندا کا جواب ہے
یاد رہے کہ قیامت کے دن اسی طرح صدا ہوگی اس ہولناک ماحول کا خیال کر کے اس کے
خطرات میں ڈوبا رہے۔ علی بن الحسین رحمہما اللہ تعالیٰ کا چہرہ احرام کے وقت زرد ہو جاتا تھا اور
بدن میں لرزہ پڑ جاتا تھا اور تلبیہ کہنا مشکل ہو جاتا لوگوں نے تلبیہ نہ کہنے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ
میں ڈرتا ہوں کہ میرے جواب میں کہیں لا لبیک ولا سعدیک نہ کہا جائے یہ کہا اور بے ہوش ہو کر گر
پڑے اور حضرت ابن الحواری رحمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید

ہے وہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسلیمان رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت لبیک نہ کہا اور ایک میل چل کر آپ کو غش پڑ گیا جب ہوش آیا تو فرمایا حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ اپنی اُمت کے ظالموں سے کہہ دے کہ نہ تو مجھے یاد کریں اور نہ ہی میرا نام لے کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اِسے یاد کرتا ہوں اور جب یاد کرنے والے ظالم ہوں تو میں انہیں لعنت کے ساتھ یاد کرتا ہوں اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ جو کوئی حج میں مشتبہ مال خرچ کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے اس کو جواب یوں دیا جاتا ہے۔

لا لبیك ولا سعدیك حتی تروما فی یدیك۔

رہ گئے طواف اور سعی تو اِن کی حیثیت یہ ہے جیسے غریب ولا چار لوگ سلاطین کے دروازوں پر جاتے ہیں اور محل کے اردگرد چکر لگا کر فریاد کا موقعہ تلاش کرتے ہیں اور جلو خانے میں آتے جاتے اپنے لئے سفارش تلاش کرتے ہیں اور انہیں امید ہوتی ہے کہ شاید بادشاہ کی نگاہ پڑ جائے اور وہ ایک نظر ہمیں دیکھ لے۔ صفا و مروہ کے بیچ کا میدان بادشاہی جلو خانے کی مانند ہے جبکہ عرفات پر کھڑا ہونا اور اِدھر اُدھر سے لوگوں کا وہاں اکٹھا ہونا اور مختلف زبانوں میں دُعائیں مانگنا قیامت کے حالات کی مانند ہے وہاں بھی تمام جہان کے لوگ اکٹھے ہوں گے ہر کسی کو اپنی اپنی فکر ہوگی اور ہر شخص امید و خوف کا شکار ہوگا۔ کہ میں مقبول بارگاہ حمد بنتا ہوں یا مردودارہ گئے پتھر تو اس سے فقط بندگی کا اظہار مقصود ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے مشابہت ہے کہ اِس جگہ ابلیس نے آپ کے سامنے آ کر وسوسہ ڈالنے کی کوشش کی تو آپ نے پتھر مارے اگر تمہارا خیال ہو کہ شیطان انہیں تو نظر آیا تھا ہمیں تو نظر نہیں آتا اس لئے ہم بے فائدہ و بے مقصد پتھر کیوں ماریں تو اِس خطرہ کو شیطانی وسوسہ سمجھ کر بے تامل پتھر مار اور شیطان کی پیٹھ توڑ کیوں کر پتھر مارنے سے اِس کی کمر ٹوٹتی ہے اور تجھے فرمانبردار بندہ ہو جانا چاہیے کہ جو حکم ہوا اسے بجالائے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تصرف و اختیار میں دے دے اور یہ یقین کرے کہ پتھر مارنے سے تو نے شیطان کو مقہور و مغلوب کر لیا۔

حج کے سلسلہ میں عبرتوں کا بیان اِسی قدر کافی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اِس راہ کو پہچان گیا۔ تو اِسے یہ معانی و حالات دکھائی دیں گے اور جس کا ذہن روشن اور شوق کامل ہوگا اور اِس کی سعی و کوشش جتنی ہوگی اتنا ہی اِس پر حقائق زیادہ روشن ہوں گے اور وہ ہر معاملہ میں حصہ اور نعیبہ پائے گا۔ اور حقیقت میں یہی عبادت کی روح ہے اور جب یہ باتیں معلوم ہوں گی تو ظاہری صورتوں سے معنوی حقائق کی طرف بڑھنا آسان ہوگا۔

اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش

(پروفیسر یوسف سلیم چ...

یہ سوالات تبلیغ کی ابتداء میں کیے جاتے تھے جب سننے والا مضطرب ہو جاتا تھا تو اس
دماغ میں فلسفیانہ قسم کے شکوک وشبہات پیدا کیے جاتے تھے۔
اور جب وہ مبہوت ہو جاتا تھا تو داعی اِس سے کہتا تھا کہ تمہارے علماء کے پاس اِن سوالا
کا کوئی جواب نہیں ہے، لیکن اگر تم میرا مذہب اختیار کرلو تو میں تمہیں اسلام کی حقیقت سے آگ
دوں گا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ تم اپنی دولت وکمائی میں سے ہماری تحریک کی مالی امداد کے لئے
رقم معین کردو اور وعدہ کرو کہ جو تعلیم ہم تمہیں دینگے تم اُسے مخفی رکھو گے۔

اگر سامع اِس شرط پر راضی ہو گیا تو اِسے اس خفیہ جماعت کیلئے پہلے درجے میں داخل
جاتا تھا، القداح نے ۹ درجے مقرر کئے تھے۔ آخری درجے میں پہنچ کر طالب حق کو اسلام
بیگانہ کر دیا جاتا تھا۔

مقریزی اور نویری لکھتے ہیں کہ آخری درجے تک پہنچنے کے بعد طالب کے لئے اباحت
مطلقہ کا دروازہ کھل جاتا تھا اور عقائد کے لحاظ سے وہ شخص فلسفہ مشائین کا پیرو بن جاتا تھا۔

براؤن لکھتا ہے کہ آخری درجے تک پہنچ کر مرید مذہب اسلام سے بیگانہ ہو جاتا تھا اور فلس
بن جاتا تھا، بقول نویری وہ مانوی یا مجوسی یا فلسفیانہ عقائد اختیار کر لیتا تھا بلکہ اِس کا مذہب مختلف
عقائد وافکار کا مجموعہ بن جاتا تھا۔

القداح اور قرمط دونوں نے اپنے متبعین کو جنہیں دعاۃ کا منصب دیا۔ یہ نصیحت کی تھی کہ جس
شخص کو تبلیغ کرو پہلے اِس کے عقائد سے واقفیت حاصل کرو۔ پھر اپنے آپ کو اس کا ہم خیال ظاہر کر
تا کہ وہ تم سے بدظن نہ ہو جائے۔ جب وہ تم پر اعتماد کرے تو اِس کے عقائد کو آہستہ آہستہ متزلزل کر
شروع کرو۔ اِس لئے اُن دعاۃ نے ہر جگہ اِسی حربے کو استعمال کیا اور کامیابی حاصل کی۔

چوتھی بحث جس زمانے میں قرامطہ نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں مسلمانوں میں
تصوف کا آغاز ہو چکا تھا اور مختلف سلسلے قائم ہو چکے تھے۔ قرامطہ نے صوفیوں کے حلقوں میں
مقبولیت حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کیا، یعنی تصوف کے لباس میں صوفیوں کو گمراہ
کرنا شروع کیا اور اِسلامی تصوف میں غیر اسلامی عقائد کی آمیزش کر کے ایران میں اِس غیر
اسلامی تصوف کی بنیاد رکھ دی، جو رفتہ رفتہ تمام مسلمانوں میں شائع ہو گیا اور اِسلامی تصوف کے

ساتھ اس طرح مخلوط ہوگیا کہ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں امتیاز کرنا عوام کیلئے ناممکن ہوگیا۔ کیونکہ جاہل عوام ہر زمانے میں اور ہر ملک میں دین کی حقیقت سے بیگانہ رہے ہیں۔ یعنی غیر اللہ کو دستگیر، مشکل کشاء اور حاجت رواء مانتے رہے ہیں اور آج بھی مانتے ہیں۔

ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ ایران کے اکثر باشندوں نے اسلام کو صدق دل سے قبول نہیں کیا تھا قرامطہ نے جو غیر اسلامی عقائد جن کی وضاحت قبل ازیں کی جا چکی ہے، تصوف کے لباس میں ایرانیوں کے سامنے پیش کئے مثلاً حلول، اتحاد، تجسم، تناسخ وغیرہ وہ سب ایسے تھے جو قبل اسلام ایران کے مختلف طبقوں میں مروج تھے اس لئے اِن لوگوں نے اِن عقائد کو بخوشی قبول کر لیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس جگہ اس مضمون سے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں جو ایک غیر مسلم اے، ای کرمسکی (KRYMSKY) نے تصوف کے ارتقاء پر لکھے تھے اور جسے حال ہی میں اسلامک کوارٹرلی کے مدیر نے مجلّہ مذکور کی جلد ششم برائے سال ۱۹۶۱ء میں درج کیا ہے:۔

صوفی جماعت کے افراد اپنے آپ کو سنت کا سچا محافظ کہتے تھے۔ لیکن ایران میں یہ لقب ان لوگوں نے بھی اختیار کر لیا تھا جن کے عقائد اسلام سے اِس قدر بعید تھے کہ آنحضرت ﷺ اُن کو جہنمی قرار دے دیتے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ جب ۸۶۴ء میں عبداللہ ابن میمون القداح نے اسمٰعیلی فرقے کی اصلاح کی اور ان کو منظّم کیا تو اِس جماعت کے پوشیدہ طریق پر تبلیغ کرنے والوں کو یہ نصیحت کی کہ جب وہ مسلمانوں سے ملیں تو اپنے آپ کو صوفی ظاہر کریں تاکہ کسی کو اِن پر شبہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اِن جدید اسماعیلیوں نے ایران اور دوسرے ملکوں میں تصوف کو عوام میں بڑی حد تک مقبول بنا دیا۔ لیکن اِس خدمت کے معاوضے میں انہوں نے تصوف میں ایسے غیر اِسلامی رجحانات اور عقائد داخل کر دیئے جن کا اظہار چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوگیا"۔

(مجلّہ اِسلامک کوارٹرلی جلد نمبر ۶، شمارہ ۳، ۴ بابت جولائی واکتوبر ۱۹۲۱ء، صفحہ ۱۰۵) یہی مصنف اِسی رسالے کے صفحہ ۸۷ کے حاشیے میں لکھتا ہے:۔

''اسماعیلی دُعاۃ جو پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہندوستان میں آئے، صوفیوں کا طریقہ اختیار کیا اور ہندوؤں سے کہا کہ حضرت علیؓ وشنو کے دسویں اوتار تھے۔ چنانچہ پیر صدر الدین نے اسی حکمت عملی سے کام لے کر بہت سے ہندوؤں کو اپنے مذہب کا پیرو بنایا''۔

بخوف طوالت نہ تو میں قرامطہ کی تاریخ اِس کتاب میں درج کر سکتا ہوں اور نہ اِس فتنہ وفساد کی تفصیل بیان کر سکتا ہوں جو اِس فرقے کے مبلغین نے دُنیائے اسلام میں پھیلایا۔ میرا مطلب

اس داستان سے صرف اس قدر ہے کہ میں ناظرین کو یہ بتا دوں کہ مسلمانوں
تصوف، جسے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے کس طرح شائع ہوا اور میں سمجھتا
نے لکھا ہے وہ ایضاح مقصد کیلئے بالکل کافی ہے اس فرقے کے افراد نے تصوف
اپنے عقائد کی جس طرح تبلیغ کی اور جس حکمت عملی سے کام لے کر تصوف کو
دیا۔ اس کی مثالیں بیکتاشی سلسلے اور نور بخشی سلسلے کے صوفیوں کے عقائد سے بخوبی
بیکتاشی فرقہ۔ صوفیوں کے اس فرقے کی تاریخ ڈاکٹر جے کے برج (JE
اپنی کتاب ''درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ'' میں مفصل طور پر لکھی ہے۔ بخوف طو
اقتباسات پر اکتفا کرتا ہوں۔

اس سلسلے کا بانی حاجی بیکتاش ولی تھا جو ۶۸۰ھ ۱۲۸۱ء میں خراسان (ا
مرکز) سے اناطولیا میں آیا تھا اس نے ۷۳۸ھ ۱۳۳۷ء وفات پائی (صفحہ ۳۵)
کے سلسلے کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی ہے، اس سلسلے کے عقائد حسب ذیل ہیں۔

(۱) اللہ حقیقت واحدہ ہے۔
(۲) محمدؐ اور علیؓ دونوں اللہ کے مظاہر خاص ہیں۔
(۳) اللہ، محمدؐ اور علیؓ تینوں میں عینیت کا علاقہ ہے۔
(۴) محمدؐ اور علیؓ ایک ہیں یا ایک شخص کے دو نام ہیں۔ (صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳)

ان چار عقیدوں سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہوسکتا ہے کہ اس سلسلے کے صو
سے کتنا تعلق تھا۔

حضرت علیؓ کے بارے میں اس سلسلے کے صوفیوں کو جو عقائد ہیں ا
''خطبہ البیان'' سے ہوسکتا ہے جو اس سلسلے میں بہت معتبر کتاب ہے اس م
حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

(۱) میرے پاس مفاتیح الغیب ہیں جن کو محمدؐ کے علاوہ اور کوئی نہیں
عزرائیل (ملک الموت) میرا تابع فرمان ہے۔
(۲) میں لوح محفوظ ہوں، میں حجتہ اللہ ہوں، میں حجتہ الانبیاء ہوں۔
(۳) میں قسیم النار والجنت ہوں، میں اللہ کا دل ہوں، میں نوحِ اوّل ہوں۔
(۴) میں ذوالقرنین ہوں، میں عالم ما کان ما یکون ہوں، میں منشی السحاب ہوں
الانہار ہوں، میں قیوم الاسماء ہوں۔ (صفحہ ۱۴۲ و صفحہ ۱۴۳)

یہ کتاب ۱۹۳۷ء میں لندن سے شائع ہوئی ہے۔ مزید معلومات کے لئے ناظرین بطور خود اس کتاب کا مطالعہ کرلیں۔

نور بخشی سلسلہ اس سلسلے کا تذکرہ پروفیسر محبّ الحسن نے اپنی تالیف ''کشمیر زیر نگیں سلاطین'' میں (صفحات نمبر ۲۸۳ تا نمبر ۲۸۷) کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ''نوربخشیہ فرقے کا بانی سید محمد بن عبداللہ تھا جو ۷۹۵ھ ۱۳۹۳ء میں قائین (کوہستان) میں پیدا ہوا تھا، جوانی میں خواجہ اسحٰق ختلانی کے ہاتھ پر بیعت کی، خواجہ صاحب امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خلیفہ تھے خواجہ اسحٰق نے سید محمد کو، نوربخش کا لقب عطا کیا، نوربخش نے دعویٰ کیا کہ مجھے امام جعفر صادقؒ سے روحانی فیض حاصل ہوا ہے۔ اس کی تعلیمات میں شیعہ عقائد کا رنگ نمایاں ہے۔ اس سلسلے کے افراد خلفائے ثلاثہؓ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ لیکن نوربخش نے امام مہدی المنتظر ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ اس لئے شیعہ بھی اِسے ناپسند کرتے تھے۔

کشمیر میں اِس سلسلے کو شمس الدین نے شائع کیا، یہ شخص اپنے وطن شولفان (ایران) سے چل کر پہلے ملتان آیا پھر ۱۵۰۲ء میں کشمیر پہنچا۔ کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد بلتستان میں نوربخشی عقائد کی تبلیغ کی پھر کشمیر واپس آیا اور کشمیر کے چک حکمران خاندان کو شیعہ مسلک کا پیرو بنایا۔

اِن تصریحات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرامطہ نے تصوف کے لباس میں اپنے مسلک کی تبلیغ کی اور تصوف میں ایسے عقائد داخل کردیئے جو قرآنی تعلیمات کی خلاف ہیں۔

جیسا کہ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں، قرمطہ نے ہمیشہ اس اصول پر عمل کیا کہ ''جیسا دیس ویسا بھیس'' چنانچہ جب اِن کے دعاۃ ہندوستان میں آئے تو اُنہوں نے ہندو صوفیوں اور جوگیوں اور پیروں کے طور طریقے اختیار کئے اور ہندوؤں میں حضرت علیؓ کو وشنو کے دسویں اوتار کے روپ میں پیش کیا۔ عوام میں ہردلعزیزی حاصل کرنے کے لئے اُنہوں نے اپنے ناموں سے پہلے ''پیر'' کے لقب کا اضافہ کیا۔

پیر صدرالدین نے گجرات میں اور پیر شمس الدین نے ملتان میں تصوف کے پردے میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی۔ اِس بات کی تصدیق ڈاکٹر جے این ہالسٹر کی تالیف ''شیعان ہند'' سے بخوبی ہوسکتی ہے۔ مصنف مذکور لکھتا ہے:۔

''اگرچہ صوفیوں اور شعیوں میں بنیادی اختلافات پایا جاتا ہے مگر اسماعیلیہ فرقے نے اِس اختلاف کو بہت کم کردیا چنانچہ اسمٰعیلی پیروں نے صوفیہ کے طریقے اختیار کرلئے۔

فتح شاہ کے عہد حکومت میں ۱۴۹۶ء میں شمس الدین اسمٰعیلی داعی کشمیر میں آیا اور اِس کے

ساتھ چک قبیلے کے افراد بھی واپس آ گئے جن کو فتنہ انگیزی کی پاداش میں ملک بدر کر...
لوگ ابتدا میں آفتاب پرست تھے اور روشنائیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ بادشاہ نے...
کو تبلیغ کی اجازت دی اور اِس نے چک قبیلے کے افراد کو نور بخشی سلسلے میں داخل کر لیا...
نور بخشی سلسلے کے عقائد احوطہ نامی کتاب میں مندرج ہیں جو کفر اور الحاد کا مرکب...
عقائد شیعوں کے ہیں نہ سنیوں کے یہ لوگ خلفائے ثلاثہ پر طعن کرتے ہیں۔ اِس لئے...
سکتے اور نور بخشی کو مہدی موعود یقین کرتے ہیں اِس لئے شعیہ نہیں ہو سکتے۔" (صفحہ...)

قرامطہ کا یہی طریقہ کار تھا کہ جس طرح ہو سکے خصوصاً تصوف کے پردے میں
کے اندر الحاد اور بے دینی کی اشاعت کی جائے اور اِس مقصد میں وہ کامیاب ہو گئے...
نے تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے دلوں میں غیر اسلامی عقائد جاگزین کر دیے...
مذکور اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۳ پر لکھتا ہے:۔

"اسمٰعیلی سیدوں کا ایک قافلہ قاہرہ سے چل کر سبزوار آیا۔ پیر شمس الدین سبزواری
سے ملتان آیا تھا اور اِس نے صوفیوں کے لباس میں اسمٰعیلیت کی تبلیغ کی۔ بعض لوگوں...
الدین سبزواری کو غلطی سے شمس تبریز سمجھ لیا ہے جو جلال الدین رومی کے مرشد تھے...
الدین جو اسمٰعیلیہ نزاریہ فرقے کا داعی تھا ۱۲۹۶ء میں کشمیر آیا اور تقیہ کر کے اپنے آپ...
کے باشندوں کے رنگ میں رنگین کر لیا، چنانچہ ایک دن جبکہ ہندو دسہرے کی خوشی میں گر...
رہے تھے۔ پیر صاحب بھی اِس رقص میں شریک ہو گئے اور ۲۸ "گربا" گیت تصنیف...
رفتہ رفتہ ہندو اِن سے مانوس ہو گئے اور اُنہوں نے بہت سے ہندوؤں کو امام الزماں حضر...
شاہ نزاری کا پیرو بنا دیا۔" (صفحہ ۳۵۳)

کشمیر سے پیر شمس الدین اُچ میں آیا جو ملتان سے اسی میل دور ہے روایت ہے کہ پیر...
نے ایک امیر آدمی کے مردہ بچے کو زندہ کر دیا جس کی وجہ سے عوام میں اُسے غیر معمولی...
حاصل ہو گئی۔ چنانچہ اِس نے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا اور اِس کے مرید شمسی...
ہیں۔ اِس نے ۷۵۷ھ، ۱۳۵۶ء میں وفات پائی۔ (صفحہ ۳۵۵)

"پیر صدر الدین اسمٰعیلی نزاری فرقے کا داعی بھی پیروں کے لباس میں ہندوستان...
اِس نے ۱۴۳۰ء میں تبلیغ کا آغاز کیا اور قرامطہ کے اصول تبلیغ کے مطابق اِس نے اپنا ہندو...
سہدیو رکھا اور پنجاب کے لوہانہ راجپوتوں کو اپنے مذہب میں داخل کیا۔ اِس نے کہا کہ
دسواں اوتار حضرت علیؓ کی صورت میں ظاہر ہو چکا ہے اِس کئے پیر و صوفیوں کی زبان میں...

کی تعریف میں بھجن گایا کرتے تھے اس نے اپنے مریدوں کے لئے دشم اوتار نامی کتاب لکھی، جو آج بھی اسمٰعیلی نزاری خوجوں کی نہایت مقدس مذہبی کتاب ہے۔ پیر صدرالدین نے اُچ میں وفات پائی۔ اس کے مزار پر ہر سال عرس منعقد ہوتا ہے، جو ترندا گورتج میں واقع ہے۔ یہ قصبہ اُچ سے دس میل کے فاصلے پر ریاست بہاولپور میں واقع ہے''۔ (صفحہ ۳۵۶، صفحہ ۳۵۷)

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرامطہ نے صوفیوں اور پیروں کے لباس میں غیر اسلامی عقائد کی تبلیغ کی اور اس طرح غیر اسلامی تصوف عالم وجود میں آ گیا۔ جس میں تمام غیر اسلامی عقائد مثلاً تثلیث، تجسیم، کفارہ، حلول، الوہیت علیؓ، رجعت، بدا، اتحاد، تناسخ ارواح اور قدامت مادہ وغیرہ داخل ہیں۔ عوام بے چارے یہ سمجھے کہ یہی اصلی تصوف ہے جو قرامطہ صوفیوں کے لباس میں پیش کر رہے ہیں۔ اناللہ!

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایک طرف قرامطہ نے صوفیوں کے لباس میں مسلمانوں کو غیر اسلامی تصوف سے مانوس کردیا۔ دوسری طرف مسلمان صوفیوں کی تصانیف میں نہایت چابکدستی کے ساتھ اپنے عقائد داخل کر دیئے عربی میں اس کو تدسیس کہتے ہیں۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر صفحہ ۷ میں لکھا ہے کہ

''باطنیہ، ملاحدہ اور زنادقہ نے سب سے پہلے امام احمد بن حنبلؒ، پھر امام غزالیؒ کی تصانیف میں اپنی طرف سے تدسیس کی۔ نیز اس فرقہ باطنیہ نے ایک کتاب جس میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی تھی۔ میری زندگی میں میری طرف منسوب کردی اور میری انتہائی کوشش کے باوجود یہ کتاب تین سال تک متداول رہی''۔

اس اقتباس سے ناظرین اس فرقہ کی دلیری، عیاری اور معاذانہ سرگرمیوں کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر استقصاء کیا جائے تو اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے، مگر میں چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں:۔

۱۔ اس فرقے نے بہت سی روایات وضع کر کے مسلمانوں میں شائع کر دیں۔ اس فرقے کے صوفیوں نے اپنی مجلسوں میں ان وضعی روایات کو مسلسل بیان کیا اور سامعین نے ان مقدس حضرات پر اعتماد کر کے انہیں قبول کر لیا مثلاً بکتاشی سلسلے میں یہ روایت بہت مقبول ہے کہ جب جنگ اُحد میں آنحضرت صلعم زخمی ہو گئے اور جسم سے خون بہنے لگا تو جبریل نے آ کر آپ سے کہا کہ ناد علیاً والی دُعا پڑھو یعنی علیؓ کو پکارو جب آپ نے یہ دعا پڑھی تو علیؓ فوراً آپ کی مدد کیلئے آئے اور کفار کو قتل کر کے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو قتل ہونے سے بچالیا۔

(دیکھو درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ مصنفہ ڈاکٹر برج ۱۳۸ مطبوعہ ہارٹ فرد، یوایس...
ارباب علم جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جنگ اُحد میں اس قسم کی کوئی دُعا نہیں...
تاریخ یا سیرت یا مغازی کی کسی مستند کتاب میں مرقوم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جب...
حضرت علیؓ از اول تا آخر حضورِ انورؐ کے ساتھ رہے تو انہیں پکارنے کی صورت کیسے پیش...
یہی روایت اہل سنت کی کتابوں میں راہ پا گئی کیونکہ عقیدت میں غلو انسان کو تحقیق...
دونوں سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ سید مظفر علی شاہ صاحب چشتی اپنی تالیف مو...
مطبوعہ نولکشور پریس لکھنوی ۱۸۸ء میں صفحہ ۱۴۱ پر لکھتے ہیں۔

''در غزوہ تبوک چوں لشکر اسلام شکستہ شد حضرت سید عالم صلعم درمیان کشتگان...
جبریل ایں کلمات آوردند''۔

اللہ مصنف مرحوم کی علمی اور تاریخی لغزشوں کو معاف فرمائے! اُنہوں نے اس...
زیب کتاب بناتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ غزوہ تبوک میں تو سرے سے قتال ہی نہیں...
لئے مورخین اِسے غزوہ نہیں کہتے۔ دراصل یہ وہی روایت ہے جو بیکتاشی سلسلے کے صو...
متداول ہے اور اِنہی کی کتابوں سے سید صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کر لی۔ خدا معلوم...
اُحد کی بجائے اُنہوں نے ''غزوہ تبوک'' کہاں سے نقل کر لیا اور کیسے لکھ دیا؟ معلوم ہو...
اُنہوں نے سیرۃ النبیؐ یا تاریخ اسلام کا قطعاً مطالعہ نہیں کیا تھا۔

مجھے اِس روایت کو نقل کر کے یہ دکھانا مقصود ہے کہ قرمطہ نے جو نظام عقائد مدون...
قرآن کی ضد ہے۔ چنانچہ اِس روایت سے اِن کا مقصد قرآن کی اِس آیت کی تردید تھا۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ (سورہ یونس آیت...

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اِس کے سوا کوئی اِس مصیبت کو دور کرنے والا نہیں...
قرآن کی رو سے اللہ کے علاوہ کوئی شخص دستگیر یا مشکل کشاء یا حاجت روا یا کارساز نہیں ہے...
قرامطہ براہ راست مسلمانوں کو شرک کی تعلیم نہیں دے سکتے تھے۔ اِس لئے اُنہوں نے صوفیوں...
دھارا اور اپنے ظاہری تقدس، وضع قطع، لباس، گفتگو اور طرز عمل سے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور...
تعلیم بآسانی ان کی محبوب شخصیت کے نام کے پردے میں، اِن کے دماغوں میں جاگزیں کر دی...
طلب امر یہ ہے کہ یہ کام ایسی عمدگی سے انجام دیا کہ عوام دھوکہ کھا گئے اور مرور ایام سے یہ...
مسلمان صوفیوں کے صوفیانہ لٹریچر کا جز ولاینفک بن گئیں اور اب اِن روایات کو صوفیانہ لٹریچر سے...
کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا گوشت کو ناخن سے جدا کرنا۔ (جاری ہے)

خودی در حقیقت بادشاہی

عبدالرشید ساہی

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

علامہ اقبال فرماتے ہیں جو انسان اپنی خودی سے آگاہ ہو جاتا ہے اسے خواہ تخت و تاج میسر ہو یا نہ ہو لیکن وہ بادشاہوں کی طرح انسانوں پر حکومت کرتا ہے۔ دراصل حقیقی بادشاہی خودی میں پوشیدہ ہے دنیا والے جس کو بادشاہ شمار کرتے ہیں وہ حقیقی بادشاہ نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ہوس کا بندہ اور نفس کا پجاری ہوتا ہے۔ یہ جو بادشاہ آج کل ہمیں نظر آ رہے ہیں یہ دنیاوی جاہ و جلال کے متلاشی اور ہوس پرستی میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ انسانی قدروں کی پامالی میں کوئی درد اور فکر محسوس نہیں کرتے، عوام دو وقت کی روٹی کی فکر میں مارے مارے پھر رہے ہیں شہر کے ہر چوک میں بے روزگار انسانوں کی منڈیاں لگتی ہیں لیکن ان غیرت کے اندھے اور بے حیاء حکمرانوں کو اسلام آباد میں زیادہ سے زیادہ پلاٹ حاصل کرنے اور ڈیفنس میں کوٹھیاں بنانے کا غم کھائے جا رہا ہے۔ مینار پاکستان سے کود کود کر خودکشیاں کرنے والے ان ناعاقبت اندیش اور جاہل ترین رنگیلا صفت حکمرانوں کی خودی کو جگانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ معصوم یہ نہیں جانتے کہ ہوا و ہوس انسان کو اس قدر اندھا بہرہ اور گونگا بنا دیتی ہے کہ وہ لاعلاج ہو جاتے ہیں قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے "یہ اندھے ہیں، گونگے ہیں یہ راہ راست کی طرف نہیں آ سکتے" خوددار انسان دنیا والوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا چونکہ سوال ان کو کمزور کر دیتا ہے اس لئے خوددار انسان بے نیاز اور حقیقی بادشاہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال نے فرمایا ہے کہ موجودہ دور میں حکمران بھی ہوا و ہوس میں مبتلا ہیں اور نام نہاد پیر اور ملاں بھی جاہ و جلال اور لالچ کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

خداوند یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

خودی انسان کو بے نیازی میں بھی کمال تک پہنچا دیتی ہے میرے خیال میں جب کوئی انسان اسم ذات یعنی (اللہ) کا ذکر ہر وقت سانسوں کے ساتھ کرتا ہے تو جیسے اللہ کی ذات بے نیاز ہے اسی طرح اس کے نام کا ذکر کرنے والا انسان بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔

ذکر ہیم شی، یہ مراقبہ، یہ سجود
تیری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جس وقت کسی بھی انسان کا توکل اپنے رب پر قائم ہو جاتا ہے تو دنیاوی
مصائب اس کو بالکل متاثر نہیں کر سکتے:

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاح کار کی راہ
حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ
تیری زندگی اسی سے تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

اس شعر میں علامہ اقبال نے وضاحت فرمائی ہے کہ دراصل حقیقی زندگی اور
حرمت خودداری سے منسلک ہے اگر خودی قائم رہے تو انسان بادشاہ ہوتا ہے نہ کسی
ہوتا ہے نہ کسی سے متاثر ہوتا ہے نہ کسی کا محتاج ہوتا ہے۔ جب انسان کا رشتہ اصل مالک
قائم ہو جاتا ہے دنیا کی نظر میں بھی بادشاہ ہو جاتا ہے اور خود اپنی نظر میں بھی بادشاہ۔ لیکن
کا نایاب موتی اس سے گم ہو جائے تو انسان دوسرے لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوتا ہی ہے
میں بھی ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ خودی کو برقرار رکھنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ رب
کی بارگاہ میں حاضری دی جاتی رہے انسان نیکوں کی صحبت کو اختیار کرے رب کریم
کے لئے نماز جو کہ ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو زندگی میں کسی صورت میں معاف نہیں ہو
کی ہر رکعت میں انسان کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ مجھ سے دعا کرتا رہے کہ اللہ مجھے صراط
چلا اور یہ بھی بتا دیا کہ صراط مستقیم نیک لوگوں کا راستہ ہوتا ہے، فقیر لوگوں کا راستہ ہوتا ہے
لوگوں کا راستہ ہوتا ہے، فضل یافتہ لوگوں کا راستہ ہوتا ہے۔ میاں محمد صاحب سیف الملوک
فرماتے ہیں۔

یاد کرسی جد اپنا تینوں چھٹسن سب اشنایاں
ماپے تجن یاد نہ رہسن حرص نہ بھیناں بھائیاں

اسی مقام کو علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

زمانہ گم زمیں گم آسماں گم
خیال یار میں سارا جہاں گم
بڑی اعلیٰ ہے منزل عاشقی کی
یہیں ہوتا ہے ہر اک مہرباں گم

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے "کہا جنہوں نے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر استقامت اختیار کی تو پھر ہم ان کی مدد کے لئے فرشتے نازل کرتے ہیں۔" جن انسانوں نے صرف اور صرف اللہ کو اپنا معبود بنالیا اور پھر اپنے ارادے پر ڈٹ گئے تو اللہ تعالیٰ اپنی تمام قوتیں ان کی مدد کے لئے ان کے شامل حال فرمادیتے ہیں تاریخ عالم گواہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تن تنہا شہنشاہ اکبر کو جو کہ ہندوستان کو فرمانروا تھا اس کے سامنے کلمہ حق بلند کیا اور اس کے دربار میں رائج سجدہ بجالانے کی مخالفت کی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندہ کی اپنی تمام تر قوتوں سے مدد کی اور انہیں کامیاب دکامران کروادیا اسی طرح تمام انبیاء اکرام کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں یہ ہر رسول نے اپنی اپنی سرکش اور جاہل قوم میں تن تنہا کلمہ حق بلند فرمایا بالآخر کامیابی اور کامرانی نے ان کے آگے بڑھ بڑھ کر قدم چومے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

تن تیرا روح سے نا آشنا ہے — عجب کیا؟ آہ تیری نارسا ہے
تن بے روح سے بیزار ہے حق — خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

زندہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی خودی کی پاسبانی کرتے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ بھی ان کی مدد فرماتے ہیں اور دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں ان کے مقدر میں لکھ دیتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچی بات کہو اس کے صلہ میں اللہ تمہارے نیک اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔" حق بات کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے بڑے قریب ہوتے ہیں اور بڑے پیار والے ہوتے ہیں حدیث نبویؐ ہے "جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔" دراصل حاکم حق بات کو گوارہ نہیں کرتے اور حق پرست لوگوں کو اذیت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اس دور میں بھی شب و روز آپ کے سامنے عملی طور پر دیکھنے میں آرہا ہے آج ہی اپنے ملک پاکستان کو ہی دیکھ لیں سارے کے سارے بددیانت اور بدقماش لیڈر حکومت پر براجمان ہیں ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں جو سچائی بیان کرتا ہے اس کو جیل جانا پڑتا ہے غداری کا مقدمہ بنادیا جاتا ہے ان کو جو بھی یہ کہتا ہے کہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ یہود

ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ لیکن یہ اس پر کان نہیں دھرتے اور بے دین فرنگی کے اشارو
رہے ہیں۔ ان بے دینوں کے اشاروں پر اپنے ہی بھائی بندوں کے گلے کاٹے
گرفتاریاں اور نظر بندیاں ہو رہی ہیں مقدمے بنائے جا رہے ہیں اور یہاں تک
تابعداری میں آگے جا چکے ہیں کہ اپنے ہی ملک میں ان بدمعاشوں کی مرضی کا نظام تعلیم
رہا ہے۔ فحاشی اور عریانی کو عام کیا جا رہا ہے پاسپورٹ جو کہ ایک عالمی دستاویز ہے اس میں
مذہب کا خانہ ختم کر دیا گیا ہے جو کہ بے حیائی کی انتہا ہے

فطرت افراد سے اغماز تو کر لیتی ہے
کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو کبھی معاف

جو ملک بے انتہا قربانیوں کے بعد محض اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا لاکھوں گردنیں کٹ
سہاگ لوٹے، مال و متاع کا ضیاع ہوا، عصمتیں برباد ہوئیں، معصوم بچے ذبح ہوئے اتنی
قیمت پر حاصل ہونے والا ملک ''پاکستان'' اس کی سرزمین احکام الٰہی کے فرمان کے نفاذ کو ترس
ہے۔ یہاں انتظامیہ ظلم ڈھا رہی ہے اور عدلیہ انصاف کو بیچ رہی ہے تھانے غنڈوں کے
جائے امن اور مظلوموں کیلئے عقوبت خانے بنے ہوئے ہیں دولت کی دیوی انصاف کو پل بھر میں
بدل کر رکھ دیتی ہے۔ آج بھی لاتعداد خودکشیاں ہو رہی ہیں، عصمتیں لٹ رہی ہیں، معصوم
برائے تاوان اغوا ہو رہے ہیں۔ انصاف کرنے والے جج صاحبان قتل ہو رہے ہیں، پاک آرمی
حملے ہو رہے ہیں، شرفاء کی پگڑیاں اچھالی جا رہی ہیں کہاں ہے وہ قانون جو مظلوم کو تحفظ دیتا
اور انسانیت کی حفاظت کرتا ہے حکمرانوں ہوش کے ناخن لو پانی سر سے گزر رہا ہے اور تم خواب
خرگوش کے مزے لے رہے ہو وہ وقت بہت قریب ہے کہ مظلوم کا ہاتھ تمہارے گریبانوں پر
ہوگا۔ حق کا میدان سجے گا اور تمہیں تمام کردہ گناہوں کا حساب دینا ہوگا وہ وقت قریب سے قریب
تر ہوتا جا رہا ہے۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو — کاخ امراء کے در و دیوار کو ہلا دو
جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی — اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الہ الا
لغت غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی

علامہ اقبال فرماتے ہیں مسلمان خواہ عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا **لا الہ الا اللہ** لا کا
مفہوم نہیں سمجھ سکتا جب تک اس کا دل اس حقیقت پر گواہی نہ دے کہ واقعی اس کائنات میں اللہ

کے سوا اور کوئی طاقت مجھ پر حکمران نہیں ہے اس نکتہ کو علامہ اقبال صاحب نے جاوید نامہ میں نہایت موثر انداز میں پیش کیا ہے۔

لا الہ گوئی؟ بگواز روئے جاں تازاندام تو آید بوئے جاں
ایں دو حرف لا الہ گفتار نیست لا الہ جز تیغ بے زنہار نیست

یعنی اے مسلمان اگر تو لا الہ الا اللہ کہنا چاہتا ہے تو صرف زبان سے مت کہو دل سے کہو تا کہ تیرے اعمال سے توحید کا رنگ ظاہر ہو سکے کیونکہ یہ صرف کلمہ گفتار نہیں ہے بلکہ ایسی تلوار ہے جو باطل کو فناء کرنے میں مطلق رعایت نہیں کرتی۔ اقبال کو مسلمانوں کے ساتھ سارا شکوہ ہی یہ ہے کہ وہ زبان سے تو کلمہ ادا کرتے ہیں لیکن دل سے اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ حالانکہ کامیابی کے لئے کلمہ کے مفہوم پر عمل کرنا بھی ضروری ہے یعنی اگر ہم سچے دل سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اس کائنات میں معبود نہیں ہے تو پھر ہم اس کے سوا کسی اور کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ ہم زبان سے تو کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے لیکن ہمارا عمل ہمارے قول کی تکذیب کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائی قوتیں ہمارے ہم رکاب نہیں ہیں بڑے ستم کی بات ہے ہمارے حکمران اور ان کے مشیر اور وزیر برملا یہ بیان دے رہے ہیں کہ اگر ہم افغانستان اور عراق پر حملوں میں امریکہ کا ساتھ نہ دیتے تو وہ پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا۔ کمزوری ایمان کا مشاہدہ آپ خود فرمالیں کیا انہوں نے امریکہ سے بڑی طاقت روس کا انجام افغانستان میں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ بظاہر نہتے اور کمزور ناتواں طالبان نے اس سرزمین پر بظاہر سپر پاور کی مٹی پلید کر دی اور اب جو حشر بظاہر سپر پاور امریکہ کا عراق میں ہو رہا ہے وہ کسی سے بھی ڈھکی چھپی بات نہیں وہاں بھی جو کچھ ہوا غیروں کی نہیں اپنوں کی مہربانیاں ہیں لیکن پھر بھی امریکہ اپنی تمام تر جدید ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے باوجود عراق سے راہ فرار اختیار کرنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔

اٹھا ساقیا! پردہ اس راز سے لڑا دے ممولے کو شہباز سے

یہی ہے وہ پردہ کہ مسلمان کلمہ کی حقیقت کو اپنا لیں اور اس راز سے آشناء ہو جائیں کہ اللہ کو رب تسلیم کر لیں اور پھر پوری استقامت سے اس پر ڈٹ جائیں انشاء اللہ کامیابی ان کا مقدر بن جائے گی۔

عصری تقاضے ، ہمارا قومی رویہ اور علماء کا

"ارے یہ مولوی لوگ جاہل ہیں۔۔۔ سارے کے سارے جاہل ہیں۔

"باشعور" افراد کی ایک محفل میں جب یہ جملہ میری سماعت سے ٹکرایا تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ ہر چند کے یہ گفتگو بزرگوں کے درمیان ہو رہی تھی لیکن اس جملے پر اپنی "بادب" قرار رکھنا میرے بس سے باہر ہو گیا میں نے اس گفتگو میں صرف دخل اندازی ہی نہیں کی خاصی تقریر کر ڈالی۔ اس کا خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے یافتہ اور سمجھدار لوگوں کی محفلوں جب کبھی دین کا تذکرہ نکل آئے تو اکثر اوقات اس کا اختتام علماء پر لعن طعن کرتے ہوئے ہوتا ہے۔ ایک عام شخص علماء کو برا بھلا کہہ کر یہ سمجھتا ہے نے دین کی خدمت میں اپنا حق ادا کر دیا۔ آج یہ ہی طرز عمل ہمارا قومی رویہ بن کر رہ گیا ہے کیا ہم نے سنجیدگی سے معاملے پر غور کرنے کی اور اسے حل کرنے کے لئے مخلصانہ کوشش زحمت گوارہ کی ہے؟ سچ یہ ہے کے دینی مدارس اور علمائے دین کی حالت زار کا ایک منظر ہے جو کم و پیش دو سو سال تک پھیلا ہوا ہے اور یہ مدت آٹھ نسلوں کے جوان ہونے کی ہے دین اور علماء دین کے حوالے سے جو زہر آج کے ایک عام شہری میں گھلا ہوا ہے بڑوں سے ورثے میں ملا ہے۔ یہی وجہ ہے کے ہم اس کے زہر کو زہر نہیں سمجھتے۔ جب ہم کو اپنے تلخ اور نازیبا جملوں سے معتوب کرتے تو کیا ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہمارا اپنا سلوک ساتھ کیسا ہے؟ ذرا اپنے گھر، عزیز رشتہ داروں اور محلے پر نظر دوڑائیے۔ کیا آپ بتا سکتے ایسے کتنے صاحب حیثیت اور باعزت گھرانے ہیں جو اپنے بچوں کو اپنی خوشی سے عالم دین بنتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اپنا بہترین دماغ تو سول سروس، تجارت، طب، انجینئر دوسرے "منافع بخش" شعبوں کی نظر کر دیں اور معاشرے کے سب سے زیادہ ٹھکرائے ہوئے تر درجے کے دماغوں کو "مولوی" بنانے کے لیے مدرسے بھیج کر یہ توقع رکھیں کہ ہمیں اچھے علماء مل جائیں گے؟ دنیاوی معاملات خصوصاً عصری تقاضوں سے علماء کی ناواقفیت کا رونا روتے ہوئے ہمیں یہ کیوں یاد نہیں رہتا کہ دینی معاملات میں عام پڑھے لکھے آدمی کی معلومات کس سے بھی بدتر ہیں۔ معذرت کے ساتھ یہ کہہ لینے دیجئے کہ آج ہم وہی کاٹ رہے ہیں جو ہم یا تھا۔ علماء دین کا معاملہ چھوڑ یئے، ہمارا ایک پڑھا لکھا آدمی خواندہ تو ضرور ہے لیکن اُسے تعلیم

نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی مثال کولہو کے بیل جیسی ہے۔ جس کی آنکھ پر پٹی بندھی ہو اور وہ ایک دائرے میں گھومتے ہوئے یہ سمجھ رہا ہو کہ اس نے ایک لمبا فاصلہ طے کر لیا ہے اور کہیں سے کہیں پہنچ چکا ہے۔ ہمارے پڑھے لکھے "شرفاء" تجزیے کی صلاحیت سے اس قدر محروم ہیں کہ وہ ہر جھوٹی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور اپنے طور پر کوئی تحقیق نہیں کرتے۔ وہ مسجدوں اور مدرسوں کے لئے چندا بھی دیتے ہیں لیکن اپنے گھرانوں میں دینی سمجھ بوجھ کو پروان چڑھانا انہیں پسند نہیں۔ ان کے نزدیک مولوی ایک "ملازم" ہے جس کے کاموں میں مسجد میں نماز اور قرآن پڑھانا، دم کرنا، لوگوں کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے وظائف بتانا، پیچیدہ دینی معاملات میں فتوے دینا (یا کہیں سے لا کر دینا) نکاح پڑھانا یا حاجت مندوں کے لئے دعائیں کرنا، دوسروں کے لئے استخارے کرنا، نماز جنازہ پڑھانا اور لوگوں کو طہارت اور جنابت کے مسائل بتانا وغیرہ جیسے امور ہی شامل ہیں۔ غرض یہ کہ ہمارا معاشرہ کسی مولوی یا عالم کو دین کے علاوہ کسی دوسرے (یعنی دنیاوی) کام کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں۔ ہم اپنی زبان سے ضرور یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن ایمانداری سے دیکھا جائے تو ہم نے اپنے عالم کو کسی راہب سے بھی زیادہ برا مقام دے رکھا ہے اور "مولوی" یا "ملا" جیسے الفاظ ادا کرتے وقت ہمارے ہونٹ نفرت سے سکڑ جاتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہمارے علماء جدید یعنی عصری علوم سے واقف نہیں تو اس میں بھی ہمارا وہی قومی رویہ کارفرما ہے جس کا تذکرہ اوپر کی سطور میں ہو چکا ہے۔ اپنے چند حالیہ تجربات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر علماء دنیاوی علوم سے واقف نہیں تو ایک عام شہری میں بھی دین کا کوئی شعور نہیں۔ یہ صورت حال صرف اس وقت تبدیل ہو گی جب ہم معاشرے کی حیثیت سے اپنے اندر تبدیلی لائیں۔ ہماری ناقص رائے میں دینی مدارس میں رائج، دینی نصاب میں کوئی ردوبدل کئے بغیر مدارس کے طالب علموں کو جدید علوم سے کم از کم اس حد تک روشناس ضرور کیا جائے کہ جب انہیں عالم بننے کے بعد عصری حوالے سے کسی دینی مسئلے کا سامنا ہو تو وہ اس بارے میں درست اور نپا تلا دینی نقطہ نگاہ پیش کر سکیں۔ دوسری اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاشرے کے اچھے اذہان کو دینی علم حاصل کرنے کے لئے وقف کریں۔ ایسے ذہن جو دنیاوی تعلیم سے بھی آراستہ ہوں اور ساتھ ہی ساتھ دینی علم سے بھی بھرپور انداز میں واقف ہوں۔ اگر ہم یہ شرط پوری کر دیتے ہیں تب تو اکیسویں صدی میں احیائے اسلام کی کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں گی ورنہ "اسلام ہر دور کا مذہب ہے" کا ہمارا دعویٰ شاید ہمیشہ کے لئے عملی ثبوت کا منتظر ہی رہے گا۔ (بشکریہ گلوبل سائنس)

رجوع الی اللہ کی ضرورت

اقوال عالم پر اچھے برے وقت آتے رہتے ہیں۔ عروج وزوال، عزت وذلت
بدحالی نظام عالم کا لازمی حصہ ہیں' اس سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ وہ قومیں جو آخرت کا
تصور نہیں رکھتیں یا اپنے اعمال کی جوابدہی کا احساس بھلا چکی ہیں یا وہ نظام جو بے خدا
کی بنیاد سیکولرازم کے تصور پر استوار ہے' وہ بھی جب کسی اجتماعی مصیبت سے دوچار ہو
انہوں نے بھی خدا کو پکارا ہے۔ اپنے اپنے تصورات کے مطابق اس ذات سے لو لگائی
دنیا کی عیش کوشیوں میں گم ہو کر اور خواہشات ولذتوں کے سمندر میں ڈوب کر بھلا بیٹھے
ن کے مطابق فرعون نے بھی بحیرۂ احمر میں ڈوبتے ہوئے اللہ ہی کو پکارا تھا۔ اگرچہ
خود اپنے رب ہونے کا اعلان کرتا رہا۔ اسی طرح مکتہ المکرمہ پر ابراہہ کے لشکر کے حملہ
کے وقت اہل مکہ نے اللہ سے رجوع کیا اور اپنی بے بسی کا اقرار کرتے ہوئے اس سے
سب کی سنتا ہے اور اپنے دروازے پر آئے ہوئے کسی سائل کو' جو توبہ اور اخلاص نیت کا
کر آیا ہو مایوس نہیں لوٹاتا۔ دوسری جنگ عظیم کے مرحلے پر ہٹلر کی حیران کن کامیابیوں اور
یلغار کے مقابلے میں مارشل سٹالن کو بھی جو روس کے مذہب دشمن اور بے خدا نظام کا
تھا اپنی ہی لگائی ہوئی مذہبی پابندیوں اور عبادت گاہوں کو بند کرنے کے حکم کے علی الرغم
گاہوں کے دروازے کھلوا کر روسی عوام کو یہ کہنا پڑا کہ وہ خدا سے روس کی فتح یابی کی دعا کریں
تاریخی مثالیں ہم نے اس لئے دی ہیں کہ وہ شخصیات یا وہ انداز زندگی اپنانے والے افراد
اور معاشرے بھی جو یا خدا پر یقین نہیں رکھتے یا خدا کے سوا بھی اپنی مشکلات اور مصیبتوں
کرنے کے لئے کسی قوت کو چاہے وہ مادی ہو یا غیر مادی 'مشکل کشا' حاجت روا یا اعتماد یا بھروسہ
کی چیز سمجھتے ہیں ایک وقت ان پر بھی ایسا آتا ہے' جب مصیبتوں کا کوئی ایسا طوفان ٹوٹ پڑے
کہ نجات کی ساری امید دم توڑ دیتی ہے سارے سہارے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں مادی قوتوں
کامیابی' تدابیر کی ناکامی وسائل کی کمی مقابل قوتوں کی لامحدود قوت کار اور حالت جبر یہ احساس
دلاتی ہے کہ بچانے والا کوئی نہیں ہے اس حال میں امداد کو آنے والا بھی کوئی نہیں۔ تو پھر انسان
کے اندر ایک فطری داعیہ اور حقیقی جذبہ خود بخود بیدار ہوتا ہے اور انسان بے اختیار ہو کر اللہ کے
دروازے پر جھکتا ہے۔ دست دعا بے اختیار اسی کے سامنے دراز ہوتا ہے اور دل کی دھڑکنیں

نے لگتی ہیں۔ یہ ساری دنیا کے انسانوں کی کہانی ہے اور تاریخ کے صفحات پر بکھری
ہے ہم کلام ہونے ہر عہد کی اقوام کی زبانی ہے، لیکن وہ لوگ جنہیں اللہ نے خاص طور پر قرآن کی ہدایت اور
پڑی ہے محمد ﷺ کی رسالت کے انوار سے نوازا اور مصیبتوں میں اسی سے لو لگانے، اسی سے مانگنے اور اسی
پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دی اور یہ کہہ کر تدبیر کرنے کا حکم بھی دیا۔ (ترجمہ): ''اور تم لوگ جہاں تک
تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے
لئے مہیا رکھو''۔۔۔ (سورۃ الانعام آیت نمبر ۶۰) مگر اس کے ساتھ ساتھ صبر کرنے، باطل پرستوں
کے مقابلے پر استقامت دکھانے، ہر وقت حق کی خدمت پر کمربستہ رہنے اور اللہ ہی سے ڈرتے
رہنے کو کامیابی اور فلاح کا ضامن قرار دیا۔ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۰۰) قرآن مجید کا یہ نظام
مومنوں کو برے سے برے حالات میں بھی مایوس اور بددل ہونے اور دشمن قوتوں سے گھبرا کر نا
امیدی کے اندھیروں میں پناہ لینے سے روکتا ہے۔ مسلمان مایوس نہیں ہوتا اور حالات کی تبدیلی کو
خدا سے منسوب کرتا ہے۔ اپنی ناکامیوں کو اپنی تدابیر کی غلطی، اپنے منصوبوں کی کمزوری اور اپنے
جذبہ ایمانی کی کمی پر محمول کرتا ہے اور کامیابی و کامرانی کو اللہ کا عطیہ سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ اہل
ایمان کی خصوصیات بھی ہیں۔ (ترجمہ): ''وہ صبر کرنے والے ہیں، سچے ہیں اور سچائی کا ساتھ
دینے والے ہیں، فرمانبردار ہیں اور باادب ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے ہیں اور
رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگنے والے ہیں۔'' (سورۃ آل عمران
آیت نمبر ۱۷) ان خصوصیات کی روشنی میں ہم آج کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں۔ ساری امت
مسلمہ تقریباً 4 سال سے دنیا کی سب سے بڑی اتحادی ریاستی دہشت گردی کا شکار ہے۔ پوری
امت کے خلاف نام نہاد انسان دوست اور ترقی یافتہ اقوام نے متحد ہو کر جھوٹا اور شرمناک مقدمہ
بنایا ہوا ہے اور اپنے خود تراشیدہ دہشت گردی کے نعرہ کو مسلمانوں کے ساتھ چپکا دیا ہے اور
مسلمانوں کی صورت حال یہ ہے کہ

مدعی تم ہو تو انصاف کرو کون دیتا ہے گواہی میری

نائن الیون کے حادثے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے زمین و آسمان بدل گئے ہیں اور
بڑی طاقتیں امت مسلمہ پر جو الزام لگاتی ہیں امت کے قائدین بلا چوں و چرا اور بغیر حیل و بحث
اسے خدائی حکم کی طرح قبول کرتے جاتے ہیں۔ کہیں سے کوئی آواز نہیں آتی کہ جس حادثے اور
تخریب کاری کی ذمہ داری جن پر ڈال دی گئی، وہ اتنی بڑی دہشت گردی کے اہل ہیں بھی یا نہیں۔
کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟ جو لوگ اپنے علاقہ میں ہونے والی غیر ملکی سازشانہ دہشت گردیوں کا

تدارک نہ کر سکتے ہوں، خود اپنی حفاظت بھی جنکے اپنے بس میں نہ ہو، وہ سات سمندر
سب سے بڑی سپر پاور کے انتہائی مظبوط دفاعی حصار کو توڑ کر ایسا طلسماتی کارنامہ
سکتے ہیں؟ مگر یہ بات نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ امت مسلمہ کی طرف سے کوئی جواب
ہے۔ اس وقت خود ہمارے رہنما، ہماری بھلائی صرف اسی میں سمجھتے ہیں کہ ہم غالب
قوتوں کا ہر حکم مان لیں، ہر طریقہ قبول کر لیں، کیونکہ ہمارے رہنماؤں کی نگاہ میں
اور بقا کا انحصار صرف انہی ظالم سامراجی قوتوں کے اختیار میں ہے۔ گویا اب دنیا میں
زندگی کا اختیار انہیں تفویض ہو گیا ہے۔ ان حضرات کے طریقہ کار کو ہم امت کی نجات
نہیں سمجھتے ہمارے نزدیک یہ حالات پہلی بار پیش نہیں آ رہے۔ انسانی تاریخ ہمیشہ ان
تغیرات کا نمونہ رہی ہے۔ ماضی بعید میں برطانیہ عظمیٰ کی عملداری میں غلامی کے
دنیاوی فوائد کے رسیا خوشامدانہ لہجے میں کہتے تھے کہ برطانیہ عظمیٰ کی عملداری میں سورج
نہیں ہوتا۔ آج زمانے کے تغیرات نے اس سلطنت کا یہ حال کر دیا ہے کہ اس کے دائرہ
اس کی حکومت کی حدود میں سورج طلوع ہی نہیں ہوتا۔ کل روس کی قوت سے دنیا لرزہ
سارا سرمایا دارانہ سسٹم لب دم تھا۔ لیکن آج سوویت روس نام کا کوئی ملک دنیا کے نقشے
نہیں ہے۔ روس کا آہنی پردہ دھواں بن کر اڑ گیا کمیونزم کے مزار پر اب حال یہ ہے۔

نے چراغ نے گلے

کل جرمنی یورپ کو ہضم کر چکا تھا اس کے نیشنلزم کا بھوت اسے گریٹ جرمن کی خیال
میں گم کئے ہوئے تھا۔ آج کی تاریخ میں وہ اپنی اوقات میں نظر آتا ہے۔ لہٰذا خود آج کی
پاور نہ لازوال ہے نہ غیر متغیر۔ زمانہ انتظار میں ہے کہ کب اس کی مہلت عمل پوری ہوتی
دنیا کے نقشے میں اس کی واپسی کا عمل شروع ہوتا ہے۔ عروج و زوال کے فیصلے ہمارے
کے مطابق زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر ہوتے ہیں۔ ہمارے اس عقیدے سے ہمارا یہ بنیادی
بھی متصل ہے کہ مسلمان جب تک خود اپنے دل و دماغ، شعور اور زور بازو سے کام نہیں
وقت تک وہ حالات بدلنے اور طوفانوں کے رخ بدلنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اس آیت کا
ٹھیک مفہوم اس شعر میں واضح ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ہمیں جس بات پر سب سے زیادہ توجہ دینی چاہئے جو ایک مسلمان کیلئے تدبیرات اور وسائل

اصول سے بھی زیادہ ضروری ہے وہ ہے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف، اپنی کمزوریوں کا اقرار اور اپنے
غافلانہ طرز عمل پر توبہ۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ رجوع الی اللہ کے سوا اس بحران سے ہمیں کوئی قوت
نہیں نکال سکتی مسلمان کا اصل سرمایہ اس کا اللہ سے تعلق ہے یہ تعلق اسے شکست میں مایوسی اور فتح
میں آپے سے باہر نہیں ہونے دیتا۔ یہ وقت چھوٹی چھوٹی فقہی، کلامی اور اختلافی باتوں میں الجھنے کا
نہیں۔ مسلمان بحیثیت امت زندہ و سرفراز رہیں گے اور ان کے فقہی اور کلامی مکاتیب بھی باقی
رہیں گے، اگر امت رسوا اور بے دست و پا ہو کر رہ گئی تو پھر کفر کی یلغار کا پہلا نشانہ یہی دینی قوتیں
ہوں گی۔ اللہ کے ہاں جوابدہی کے سخت ترین مرحلے بھی سب سے پہلے دینی رہنماوں کو ہی پیش
آئیں گے۔ سیاسی رہنما اور حکمران بھی سوچ لیں کہ آج کفر اور ظلم کی یلغار صرف اور صرف مسلمانوں
اور عالم اسلام کے خلاف ہے۔ کمیونسٹ فلسفے کے مسترد ہو جانے کے بعد عالمی سامراجی
قوتیں صرف اسلام اور مسلمانوں کو اپنا مد مقابل سمجھتی ہیں، اس لئے ان کی مستقبل کی منصوبہ بندی
میں اسلام مسلمانوں اور ان کے اسلامی اقدار اور روایات کا خاتمہ بنیادی اجزاء کے طور پر شامل
ہے، اگر ہم واقعی مسلمان بن کے جینا چاہتے ہیں تو ہمیں اسلام سے وابستگی پر شرمانے کی بجائے
فخر و اطمینان کا رویہ اختیار کرنا ہوگا۔ حالات سے گھبرا جانا مسلمانوں کا شیوا نہیں۔ ہمیں انفرادی
اور اجتماعی طور پر خدا سے توفیق طلب کرنی چاہیے۔ اللہ سے رجوع اور اسلام کے لئے اور اسلام
ہی کے نام پر مکمل طور پر مخلصانہ اتحاد کے سوا مسلمانوں حکمرانوں کی بقا و تحفظ کا کوئی دوسرا طریقہ کار
نہیں ہے۔ ہم نے جب سے اللہ کو بھلایا ہے، اللہ نے ہمیں بھلایا ہے۔ کیونکہ اللہ صرف رب
المومنین نہیں بلکہ رب العالمین بھی ہے۔ دنیوی اعمال کے نتائج اس دنیا میں یکساں انداز
میں مرتب ہوتے ہیں۔ اس میں کافروں کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اللہ اہل ایمان کو عروج کی
منزل پر لے جانا چاہتا ہے۔ لیکن۔۔۔ کوئی اس کی طرف رجوع بھی کرے، کوئی مانگنے کو بھی
آئے، اپنی بے بسی پر کسی کا دل تو دھڑکے اور اپنے اللہ سے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزیوں
پر کوئی تو ندامت سے روئے۔ ہماری زندگیوں کے شب و روز اس کرب سے خالی ہیں، جو عالمی
سطح پر مسلمانوں کی بربادی اور ملت کی بے آبروئی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے ہماری
عیاشیاں اور ہمارے سارے تفریحی مشاغل اسی طرح جاری ہیں، جیسے کشمیر، فلسطین، افغانستان
اور عراق میں کچھ ہوا ہی نہیں۔ ہمیں سنگدلی، بے حسی اور بے فکری کی موجودہ روش چھوڑ کر اپنے
آپ کو، اپنے رویوں، اپنی مصروفیات اور اپنے معاملات کو اللہ سے وابستہ کرنا ہوگا، اسی سے
رجوع کرنا اور اسی سے لو لگانا ہوگا۔ (بشکریہ روزنامہ پاکستان)

اسلام کا تصور معاشیات

1۔ ابتدائیہ! مغربی فلسفہ دانوں کے بلند بانگ داعوں کے برعکس نہ تو
انقسام کو پہنچی ہے اور نہ ہی ریاست ماند پڑ گئی ہے۔ انسانی تصادم کم ہونے کی بجائے
زیادہ تند و تیز ہو گیا ہے۔ درحقیقت اللہ جل جلالہ کے خوف کے بغیر، انسان کے
مفادات، اس کی روشن خیالی۔ کے باوجود، ناانصافی، ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا ہی باعث
ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا یہ قول اس تاریخی حقیقت کو نہایت ہی خوبصورتی سے بیان
بہترین حکمت تو اللہ کا خوف ہی ہے۔

راس الحکمة مخافة الله۔ (اسیوطی، در منصور)

انسانی وحدت کا مغربی تصور مشترکہ زبان، نسل اور علاقہ پر مبنی ہے جب کہ ان
اسلامی تصوف ایک مشترکہ مطمح نظر ہے۔ اسلام میں قومیت کی بنیاد عقیدہ توحید اور
پر قائم ہے۔ اسلام دور حاضر کے تین فتنوں، وطنی قومیت (torial
Nationalislm) دین و ریاست کی دوئی (Secularism) اور دہریانہ
(Atheistic Materialism) کے سراسر خلاف ہے، یہ تینوں فتنے ایک
سے مربوط ہیں۔ لادینیت ہی مادیت کی اساس ہے اور مادیت کا وطنی قومیت کے
دامن کا ساتھ ہے۔ مادیت ہی سے غلبہ بالقوہ کا تصور اُبھرتا ہے جو تشدد کو جنم دیتا ہے،
فکر ہی تھی جس کے باعث اللہ کی مخلوق پر پچھلی صدی میں دو خوفناک عالمی جنگیں مسلط
جب مادیت زیادہ قوت پکڑتی ہے تو وطن پرستی سے نسل پرستی اور قبیلہ پرستی کی طرف
اور پھر اللہ کی زمین پر ہر طرف فساد برپا ہو جاتا ہے اور وہ عبادت گاہیں جن میں صبح و شام
لیا جاتا ہے، تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان یذکر فیها اسمه
فی خرابها

اور کون بڑا ظالم ہے ان سے جو روکیں کہ اللہ کی مساجد میں اس کا ذکر کیا جائے
کریں ان کو ویران کرنے کی (البقرہ: ۱۱۴)

اقتصادی خوشحالی کے ضمن میں بھی، دنیا کو ابھی اپنی جنت فردوس نصیب نہیں ہوئی۔ آج بھی دنیا کی آبادی کا ایک چوتھائی حصہ، یعنی 130 کروڑ انسان انتہائی غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، جن میں سے 80 کروڑ انسانوں کو دو وقت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ دنیا کی آدھی آبادی ایک ڈالر یومیہ سے بھی کم پر گذارا کرتی ہے۔

دنیا کی اقتصادی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ انسان نے ایسی ناانصافی اور بدبختی تو کسی دور میں بھی نہیں دیکھی جتنی اس سرمایہ دارانہ دور میں دیکھی ہے۔ فلاحی ریاست کے تصور نے آزاد سرمایہ دارانہ نظام کی کھلی منڈی کی ساخت پر ریاستی مداخلت کا پیوند لگا کر تیز تر معاشی افزیت، برتر اقتصادی انصاف اور استحکام کی نوید سنائی تھی۔ چونکہ اس کے پاس تقسیم کا کوئی پائیدار پیمانہ نہ تھا، اس لئے یہ غریبی کا مداوا تو نہ ہو سکا اور اس کا حصہ جو آیا وہ سالانہ مزانیہ کا بے حد بڑھا ہوا خسارہ تھا۔ نظام اشتراکیت کا کیونکہ یہ عقیدہ تھا کہ فرد عامۃ الناس کے مفاد کے لئے کام کر ہی نہیں سکتا، اس لئے اس نے انسان کے خارجی تعلقات میں تبدیلیاں لا کر معاشی مساوات کا پیغام دیا تھا، مگر ہم نے دیکھ لیا ہے کہ کوئی بھی دیرپا ترقی انسانوں کے دل بدلے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

2۔ اسلام کے معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی احداف۔

اسلام کا مطمح نظر ایک پرامن، خوشحال معاشرہ کا قیام ہے، جو کہ ہر قسم کے خوف وحزن، عدم تحفظ، ظلم وستم اور جبر وتشدد سے آزاد ہو۔ جبکہ قرآن کریم ایک بنا بنایا اقتصادی ماڈل تو پیش نہیں کرتا، مگر یہ ہمیں اخلاقیات کا ایک مربوط نظام پیش کرتا ہے، جس کی اساس پر ایک مسلم معاشرہ کی معاشی زندگی استوار کی جا سکتی ہے اور پھر کیونکہ قرآن یہ اخلاقی قوانین بار بار مختلف پیراؤں میں بیان کرتا ہے، اس لئے مسلمانوں کیلئے کسی قسم کے تصوراتی عنوانات(Catch-all slogans) کی قطعی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جبکہ اسلام اپنے تصوراتی ڈھانچہ میں معاشیات کو ایک اہم مقام دیتا ہے، وہ اسے مرکزی مقام تفویض نہیں کرتا۔ اسلام میں مرکزی مقام اللہ تعالیٰ کے شعور یعنی تقوۃ کو دیتا ہے، جس کی بنیاد ارادہ اور عقل پر ہے۔ کیونکہ قرآن کریم انسان کے معاشرتی اور معاشی مسائل کا نہایت سادہ حل پیش کرتا ہے، اس لئے ہمارے ان مسائل کے مشکل اور پیچیدہ حل ڈھونڈنا بے سود ہوگا۔ اسلام کا اقتصادی نظام تین ستونوں پر قائم ہے اور وہ ہیں زکواۃ، انفاق فی سبیل اللہ اور ربٰی کی

حرمت۔ ہمیں ربیٰ اپنی داخلی معیشت میں تو مکمل طور منسوخ کرنا ہوگا مگر جہاں بین
لین دین اور نافذ معاہدوں کا تعلق ہے تو ان پر سود ادا کیا جا سکتا ہے، کیونکہ قرآن کے
مطابق اللہ تعالیٰ ہمیں ان چیزوں کے لئے، جو ہمارے کنٹرول سے باہر ہیں جوابدہ

لا تكلف نفس الا وسعها (البقرہ۔۲۳۳، آل عمران۔۱۵۲)

اسلام کا مقصد ایک ایسے نظام کی تشکیل ہے، جس کے تحت انسان کو اللہ تعالیٰ خوف نہ رہے اور اللہ کے سوا اسے کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی حاجت نہ رہے حصول رزق کے لئے اپنے گھر سے نکلے تو اس کی اپنی اہلیت وقابلیت کے سوا اور کوئی کے راستے میں حائل نہ ہو۔

اگر اس میں کوئی کمی من جانب اللہ ہو تو ریاست کا نظام احسان وہ کمی پوری معاشرتی ومعاشی نظام ایسا ہو کہ اسے تعلق باللہ کی نشوونما کے لئے بھی فراغت مل جائے برکت سے اس میں فقط اپنے حقوق کی بجائے، اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق ہو جائے۔ انسان میں تقویٰ اور معرفت الٰہی پیدا کر کے اسلام دنیا وآخرت کے توازن پیدا کرتا ہے۔ اور ریاست اخلاقی بنیاد پر معاشرتی اور اقتصادی نظام قائم کرتی ہے میں شہریوں کو محض تقویٰ کی بنیاد پر عزت واحترام اور توقیر ملتی ہے۔ اس اسلامی نظام میں ثروت اور امارت یا رنگ ونسل کی بنیاد پر کسی کو فضیلت نہیں دی جاتی۔ ریاست اور تمام شہری کر جب رضوان اللہ کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے ہیں تو انہیں ایک خوبصورت ملک ہے اور بخشش اور مغفرت فرمانے والا رب ان کا حافظ وناصر ہوتا ہے۔

لقد كان لسبا فى مسكنهم ء اية جنتان عن يمين و
كلوا امن رزق ربكم واشكرو اله و بلدة طيبة و رب غفور

قوم سباء کیلئے ان کے اپنے مسکن میں ہی نشانی موجود تھی، دو باغ دائیں و
کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا اور اس کا شکر بجا لاؤ، ایک حسین وجمیل ملک اور بخشنے
والا رب (سباء۔۱۵)۔

3۔ اسلام کے معاشی تصورات

منافع اور مفادیہ میں افزیت کے سیکولر تصورات کے برعکس اسلام رضوان اللہ ک

رتا ہے۔ پس اگر ہم سچے مسلمان ہیں، تو ہمیں زندگی کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ خوشنودی حاصل کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اسلامی اقتصادی نظام کا اہم ترین اور سب سے زیادہ بنیادی اصول عقیدہ توحید ہے، یعنی احد، واجب الوجود، قادر مطلق، حاضر و ناظر اور علیم و بصیر اللہ پر یقین مطلق۔ اس بنیادی عقیدہ کے بغیر اسلام کا عظیم الشان معاشرتی ڈھانچہ، جیسا کہ قرآن حمید میں بیان کیا گیا ہے، قائم نہیں رہ سکتا، باوجود کہ اس کی طاقتور باطنی منطق اپنی جگہ موجود ہے۔ دراصل توحید ہی سے (i) اللہ کا خوف اور شعور (ii) نجات (iii) دُنیاوی فلاح کی امید جنم لیتی ہے۔ جبکہ اول الذکر تصور کا تعلق ایمانیات اور حقوق اللہ سے ہے، موخر الذکر دونوں تصورات کا انحصار اچھے اعمال یا حقوق العباد پر ہے۔

تمام افراد معاشرتی اور ثقافتی ماحول میں زندہ رہتے ہیں۔ لوگ اِن عوامل کو صورت پذیر بھی بناتے ہیں اور اِن کے پابند بھی ہوتے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ جب کسی معاشرے کے عام حالات اچھے ہوں تو اکثر و بیشتر لوگ اخلاقی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے اچھے کام کریں گے لیکن اگر عام ماحول زوال پذیر ہو جائے تو لوگوں کی اکثریت غلط اور برے کام شروع کر دیتی ہے، کیونکہ زیادہ تر لوگ نفسا نفسی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اِس لئے اسلام رضائے الٰہی اور مقصود ربانی کے حصول کے لئے اسلامی معاشرے کے قیام کو ناگزیر خیال کرتا ہے۔ اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے طاقت اور اقتدار کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ اِس کے بغیر معاشرے کے تسلسل، باہمی ربط و ہم آہنگی اور فلاح و بہبود کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اِسلامی ریاست کی یہ واضح ذمہ داری ہوتی ہے کہ "وہ نیک کاموں کا حکم دے اور برائی کو رُوکے" (۳۔۱۰۴،۱۱۰،۱۱۴،۲۲،۴۱ وغیرہ)۔ نیز اِس امر کی ضمانت دے کہ معاشرتی زندگی سمیت تمام گوشوں میں عدل و انصاف جاری و ساری رہے گا۔

ولتكن منكم امة يدعون الى الخيرْ و يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحونo (آل عمران۔۱۰۴،۱۱۰،۱۱۴ وغیرہ)

مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے جبکہ اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے لئے اطاعت الٰہی سہل بنا دے۔ اگر ریاستی اقتدار اور اختیار ایسے

لوگوں کے ہاتھوں میں آ جائے جو الطاغوت یعنی برائی کی حامل قوتیں ...
ملوث ہو جائے تو ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت مشکل اور ...
حالات اور ماحول میں اسلامی معاشی عدل کی بات کرنا محض ایک ...
خاکی پر الطاغوت یعنی برائی کی قوتیں بالعموم چار صورتوں میں ظاہر ہوتی ...
میں مذکور ہے :-

1۔ فرعونی قوتیں خدائی کے دعویدار بادشاہ، سلاطین اور آمر وغیرہ۔

2۔ ہامانی قوتیں، نوکر شاہی، جاگیردار وغیرہ، جو فرعونی طاقتوں کی ...
انہیں تقویت دیتے ہیں۔

3۔ قارونی قوتیں! سرمایہ دار اور سود خور ساہوکار، جو فرعونی اور ہامانی ...
اور حمایت میں مصروف رہتے ہیں۔

4۔ آزری قوتیں! بت گر اور روحانی جاگیردار، جو ہامانی اور قارونی ...
کرتے ہیں۔ علامہ اقبال طنزیہ طور پر ان کی تمثیل اِن کوؤں سے کرتے ہیں ...
نشیمنوں پا قابض ہوں :-

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں ہے عقابوں کا نشیمن

اسلامی سیاست میں سب سے اولین اور اہم ترین تقاضہ یہ ہے کہ صاحبانِ ...
بالکل بے داغ اور صاف وشفاف ہو۔ دوسری ضرورت یہ ہے کہ حکمران طبقہ ...
کے لئے جواب دہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کی طاقتوں کا دشمن ہے اور کمزور ...
جبر واستبداد کے تحت پسے ہوئے لوگوں کا دوست ہے۔

اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں، ان لوگوں پر جو زمین پر ذلیل کر ...
تھے اور انہیں پیشوا بنادیں اور انہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں ...
ہاتھوں فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔ (القصص ...)

بہر حال جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیش کئے ہوئے مقصد اور نصب العین سے ...

ان کی بجائے اقتدار دوسرے لوگوں کو دے دیا جاتا ہے۔ (۴۷:۳۸) یہ لوگ اپنی تباہی کا سامان خود پیدا کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے ذاتی قبضے میں تمام مادی مال و منال اور اسباب مشترکہ قومی مساعی میں استعمال کرنے سے روک لیتے ہیں۔ (۲-۱۹۵)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اُمت وسطیٰ قرار دیا ہے۔ مسلمان ایک متوازن قوم ہیں، جسے دوسری اقوام پر شاہد بنایا گیا ہے۔ (۲-۱۴۳،۳-۱۱۰،۲۲-۷۸)۔

منطقی اعتبار سے، جس شخص کو دوسرے لوگوں پر شاہد یعنی گواہ بنایا گیا ہو اسے یقینی طور پر درمیانی راہ اختیار کرنا پڑے گی اور غیر جانبدار رہنا ہوگا۔ اِسے یقیناً اور ہر حال میں درمیان میں کھڑا ہونا پڑے گا کیونکہ عین درمیان کی بجائے، کسی اور جگہ اِدھر اُدھر کھڑا ہونا اس کی پوزیشن مشکوک کر دے گا اور گواہ کے طور پر اِس پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اُمت وسطیٰ ہونے کے اعتبار سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ملت اسلامیہ اپنے اقوال و اعمال دونوں میں درمیانی راہ یعنی اعتدال کی راہ اپنائے گی۔ درحقیقت اسلام (اطاعت) میزان اور مساوات کی عکاسی کرتا ہے، جس کے دوسرے معنی اعتدال کے ہیں۔ اس طرح قرآن حکیم اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے بات کرو۔ (۲-۸۳) اعتدال کی راہ اختیار کرو۔ کبھی انتہا پسندانہ نظریہ یا رویہ نہ اپناؤ اور نہ ہی اِنتہا کے راستے پر چلو (۳۱-۱۷-۱۹) اسلام میں اس کی معیشت (اقتصاد) کا مطلب ہی ''درمیانی راہ اختیار کرنا ہے'' یا پھر اس کا مطلب بالکل متوازن ہونا ہے۔ گویا اِس کا یہ مطلب بھی ہے کہ نہ بالکل کنجوس بنو اور نہ بہت فضول خرچ اور ضرورت کے وقت نہ بہت ہی کم خرچ کرو کہ بخیل بن جاؤ اور نہ ہی اتنا زیادہ اسراف کرو کہ مسرف اور فضول خرچ کہلاؤ۔ ''اقتصاد'' کا نظریہ'' نپے تلے رزق'' کے ساتھ منسلک ہے جسے اللہ تعالیٰ فراہم کرتا ہے۔ (۱۵-۱۹-۲۱،۴۲-۲۷،۵۴،۴۹)۔ انسان کے حرص اور لالچ سے یہ توازن درہم برہم ہو جاتا ہے۔ غیر منصفانہ معاشرتی نظام حرص اور لالچ کی ترویج کرتے ہیں۔

فطرت اور جبلت کے اعتبار سے انسان بالعموم اپنے ذاتی مفادات کی تکمیل میں رغبت رکھتا ہے اور دلچسپی لیتا ہے۔ اِنسان کے یہ ذاتی مفادات بالعموم عوام کے مفادات سے ٹکراتے ہیں۔ یہی وہ کشمکش اور تنازعہ ہے جس کی وجہ سے معاشرے کی ہم آہنگی اور ربط وضبط کمزور پڑ جاتا ہے اور وہ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ عالم بتاتی ہے کہ تمام سیکولر اور بے دین اقتصادی نظریات اور

معیشی فلسفے، اس اہم ترین مسئلہ کو حل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اسلام ا
ذریعے حل کرنے کا مقصد رکھتا ہے، جس کے ذریعے انسانی خواہشات کا مرکز
حصول نہیں رہتا بلکہ اس کا نصب العین رضوان اللہ یعنی خدا کی خوشنودی قرار پا
بریں کے حصول سے بھی کہیں زیادہ قیمتی اور بڑھ کر ہے۔

ورضوان من اللّٰہ اکبر ذالك هو الفوز العظیم (التو

رضی اللّٰہ عنهم ورضواعنه ذالك لمن خشی ربه (

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور خوشحالی کے درمیان بھی ایک رشتہ ہے، جو قابل غور
تعالیٰ ہماری یاد دہانی کرواتا ہے کہ اس کے لطف و کرم کے بغیر ہم کچھ بھی ن
(۵۶۔۶۳ تا ۷۴)۔ رب رحیم کی بے حساب عنایات اور عطیات حاصل کرنے
اللہ کی خشیت ہے:۔

**ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا o ویرزقه من
یحتسب ومن یتوکل علی اللّٰہ فهو حسبه ان اللّٰہ بلغ
جعل اللّٰہ لکل شیء قدرا o**

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا رہے گا۔ اور اِس کے عاید کئے گئے فرائض نبھائے گا۔ ا
کے لئے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اِسے رزق دے گا اِس ط
جدھر اِس کا گمان بھی نہ جاتا ہو اور جو بھروسہ کرے گا اللہ پر سو وہ اِس کے لئے کافی ہے۔
پورا کر کے رہتا ہے اپنا ارادہ۔ بے شک مقرر کر رکھی ہے اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک تقد
(۶۔۲،۳)۔

مزید برآں برکت کے اِس تصور میں، اہل ایمان کے لئے روحانی اور مادی، ہر د
ترغیبات شامل ہیں۔ عام طور پر اِس کے نتائج دیکھے جا سکتے ہیں اور اہل ایمان کو ترغیب د
کہ وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے، نہ صرف شریعت کے کم از کم تقاضوں کو پورا کر
اِس سے آگے بڑھیں۔

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے کثرت اور فراوانی سے رزق عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے
ناپ تول کر دیتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کے منصفانہ منصوبہ کے مطابق عمل پذیر ہوتا ہے

وہ اپنی تمام مخلوق سے بخوبی آگاہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۱۷_۳۰، ۲۹_۶۲، ۳۴_۳۶_
۳۹_۵۲، ۴۲_۱۲، ۱۹، ۶۲_۴)۔ دُنیا میں بھوک، افلاس اور غربت کی موجودگی صرف انسان کے ظلم وستم اور جبر واستبداد کا نتیجہ ہے۔ (۷_۹۶)۔ قرآن پاک ایسے اقتصادی نظام کی مذمت کرتا ہے جس میں دولت صرف امیروں کے درمیان ہی گردش کرتی رہے۔ (۵۹_۷)۔

دولت کی تقسیم کے بارے میں قرآن مجید کا بنیادی اصول یہ ہے کہ دولت یا سرمایہ، جس کسی شکل میں بھی ہو، صرف اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ اور جب تم کو یاد دلایا جاتا ہے کہ اپنے مال میں سے حاجت مندوں کو بھی تقسیم کرو تو دراصل تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ملکیت میں سے دے رہے ہوتے ہو (۲۴_۳۳، ۳۶_۷۱)

قرآن اہل ایمان کو تلقین کرتا ہے کہ اجتماعی زندگی میں ایک دوسرے کے لئے بھی جگہ بناؤ اور اچھے اعمال کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اِس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ ایسے کاموں کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اِنہیں جگہ دے گا۔ اور اِن کے کئی درجے بلند کردے گا۔ (۵۸_۱۱) وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ مال واسباب، سیم وزر اور بے حساب دولت سے نواز رکھا ہے اور رزق کے متعدد وسائل سے مالا مال کر رکھا ہے، اِن سے اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو ان پر انحصار کرتے ہیں، اپنے مال ومتاع کا کچھ حصہ دینے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں؟ اس طرح دراصل وہ لوگ اللہ کی رحمت سے انکار کرتے ہیں (۱۶_۷۱، ۷۲) زندگی کی ضروریات کے لئے آپ پر انحصار رکھنے والے ضرورت مندوں کو اپنے برابر رکھنا اور ان سے مساویانہ سلوک کرنا، اسلام کا ایسا تقاضا ہے کہ جس میں ذرا برابر بھی شک نہیں کیا جاسکتا۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ ”یہ ضرورت منداور حاجت مند جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا محتاج بنا دیا ہے، تمہارے بھائی (خوالکم) ہیں اور ان کے ساتھ بھائیوں جیسا ہی سلوک روا رکھا جانا چاہئے“۔ بہر حال اکثر لوگ اخلاقی ذمہ داری کے اِس معیار پر پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں اور اِس ناکامی کا مطلب سراسر یہی ہے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انکار کر لیا ہے۔

قرآن پاک میں ایک عمدہ اور محکم اقتصادی تصور پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دولت کو ہمیشہ گردش میں رہنا چاہیے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ قانونی طریقے سے کمائی گئی دولت زیادہ تر معاشرے کے اندر اِستعمال کی جانی چاہئے تا کہ اِس سے لوگوں کی اقتصادی حالت بہتر ہو۔

قرآن پاک نے بتایا ہے کہ اِس شخص کا انجام بڑا عبرتناک اور دردناک ہے

رکھتا ہے اور اِسے گنتا رہتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اِس دولت کی بدولت وہ ہمیشہ زندہ

(۷۰۔۱۸،۱۰۴۔۲،۳)۔ اِن لوگوں کیلئے سخت سزا کی وعید سنائی گئی ہے جو

رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے۔ بروز قیامت یہی

دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اِن کے جسموں پر ہر طرف داغا جائے گا اور

دو اب مال وزر کے خزانے جمع کرنے کا مزا چکھیں۔(۳۹۔۳۴،۳۵)

اللہ تعالیٰ کے راستے میں یعنی فی سبیل اللہ دوسرے لوگوں پر فراخ دلی سے

امر ہے جس کا ذکر نماز اور خدا آگہی کے ساتھ بیک وقت کیا گیا ہے۔(۲۔۳)

اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ اِس سے سچی نیکی

جاتی ہے۔ فراخ دلی سے خرچ کرنے کے فعل کو اللہ اور رسول مقبول ﷺ پر ایمان

منسلک کیا گیا ہے (۲۔۲۵۴،۲۶۵،۵۷۔۷،۹۲،۵۔۶)۔ درحقیقت تم اس

بازی حاصل نہیں کر سکتے تاوقتیکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ کچھ نہ دو جس سے تم

(۳۔۹۲) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کو، اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان

منسلک کیا گیا ہے۔(۴۔۳۹،۴۱۔۷)

شیطان مردود تمہیں غربت اور افلاس کے امکان سے ڈراتا ہے اور تمہیں

ہونے پر اُکساتا ہے جبکہ اِس کے برعکس اللہ تعالیٰ تم سے انعام واکرام اور مغفرت

ہے۔(۴۔۲۶۸)۔ قرآن کریم ایک انقلابی تصور پیش کرتے ہوئے یہ کہتا ہے

دولت میں غریبوں کا بھی حصہ ہے اور یہ حصہ خیرات کی وجہ سے نہیں بلکہ حق کے طور پر

جس سے معاشرہ نے انہیں محروم کر رکھا ہے (۵۱،۱۹،۷۰،۲۴،۲۵)۔ کئی موقعوں پر

جاتا ہے، مثلاً جنگی قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے اور جب کبھی کسی بھوکے، ننگے

آپ کا سامنا ہو۔ انفاق فی سبیل اللہ نفلی زکواۃ ہے، جس کی بنیادیں توحید، تقویٰ اور

ہمدردی میں ہیں۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں

جو تمہاری جائز ضروریات سے زیادہ ہو۔(۲۔۲۱۹)

اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ اہل ایمان اس دنیا میں جائز طور پر مستفید نہ ہوں

چاہتا ہے کہ اپنے زیر قبضہ مال و منال اور متاع و اسباب میں سے کچھ حصہ۔ اس کی راہ میں بھی
رچ کریں۔ بہر حال اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارا سارا مال و متاع طلب کرلے اور تم بخیلوں کی
رح مال کے ساتھ چمٹ کر رہ جاؤ، تو اس سے تم اخلاقی طور پر ناکام ثابت ہو گے۔ (۴۷،۳۷)
ن کا مطلب یہ ہے چونکہ انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (۴-۲۸) اس لئے اہل ایمان پر بہت
یادہ بوجھ ڈال دینا اپنے آپ کو شکست دینے کے مترادف ہوگا، کیونکہ اس سے ایمان میں اضافہ
ہوگا بلکہ یہ مزید کم ہو جائے گا۔ اِس پیرائے میں قرآن پاک کی حقیقت پسندی کا اظہار کیا گیا
ے، جو نہ صرف انسان کی اصل فطرت کو پیش نظر رکھتا ہے بلکہ خدا کی طرف سے دی گئی تمام
پیچیدگیوں، کمزوریوں اور باطنی تضادات کو سامنے رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کسی ایسے
ممکن نصب العین کو مسلط نہیں کرتا جو عام انسانی رویئے کے مطابق نہ ہو۔ درحقیقت انسان کی
شخصیت اس کی اخلاقی کمزوریوں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت و آگہی پر مشتمل ہے (۹۱-۸)۔ اس
طرح انسان روحانی بلندیوں تک بھی پہنچ سکتا ہے اور اِنتہائی بداخلاقی کے گہرے گڑھے میں بھی
گر سکتا ہے۔ کیونکہ حرص و لالچ انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے
دنیاوی لالچ کو اللہ کے لطف کرم کے لالچ سے مد بر کیا ہے۔

اسلام معاشرتی توازن اور میزان ''عدل و احسان'' کے تصور کے ذریعے قائم کرتا ہے۔
اسلام میں ''عدل'' کی تکمیل ''احسان'' کرتا ہے۔ جبکہ عدل خود غرضی اور لالچ کو محدود کرتا ہے
احسان، عدل سے بلند تر ہو کر ناانصافی کے خلاف بند باندھتا ہے۔ ''احسان'' کا مطلب انصاف
سے بالاتر ہو کر لوگوں کی امداد کرنا ہے اور اِس میں اِن لوگوں کے لئے خاص رعایتیں بھی شامل
ہیں جو کسی جسمانی، اقتصادی یا روحانی کمزوریوں کا شکار ہوں۔ میزان کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ
ایک طرف تو اللہ تعالیٰ اور اِس کی مخلوق کے درمیان اور دوسری طرف اللہ جل جلالہ کی ماورایت
(شریعت) اور اس کی قربت (روحانیت) کے درمیان توازن قائم رکھا جائے۔ دراصل
''شریعت'' اور ''روحانیت'' ایک ہی سکے کی دو اطراف ہیں، جو ایک دوسرے کے بغیر ناممکن
ہیں۔ ایک طرف شریعت، روحانیت کو حدود کے اندر رکھتی ہے تو دوسری طرف روحانیت، شریعت
کی تکمیل کرتی ہے۔ یہ اسلام کی روحانیت ہی تھی جس نے ایک رضا کارانہ عمل کے ذریعے
''معاشرتی توازن'' قائم کردیا، جو اشتراکیت طاقت سے بھی عمل پذیر نہ کر پائی۔ (جاری)

دور حاضر میں انسان کے امراض معدہ

تعارف مصنف: شاہ علی شاد ایم اے، بی ایڈ نے فاضل طب والجراحت
آباد، القادر طبیہ کالج آستان فضل سرگودھا سے سال اول سال دوئم، سال سوئم اور
مسلسل چار سال طب کونسل اسلام آباد کے امتحانوں میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے
سے بہترین طالب علم کا اعزاز حاصل کیا۔ سال چہارم کے فائنل امتحان میں 1999
کونسل اسلام آباد بورڈ کی طرف سے پورے پاکستان میں تیسری پوزیشن حاصل کر
حاصل کیا۔ اور کالج (القادر طبیہ کالج آستان فضل سرگودھا) سے Student
ایوارڈ حاصل کیا۔

آج کل گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ ورکاں میں بطور S.S.T فرائض منصبی انجام
ہیں۔ (ادارہ)

معدہ کیا ہے۔ اس کی شکل مخروطی اور خمیدہ سی ہوتی ہے بالعموم یہ پیٹ کے وسط
کوڑی کے درمیان ہوتا ہے۔ طبعی طور پر معدہ جگر کے نیچے ہوتا ہے۔ اس کا پھیلا ہوا
حصہ سینے کے بائیں طرف ہوتا ہے۔ اس کے سامنے شکم کی اگلی دیوار، پیچھے شکم کی
بانقراش اور حجاب حاضر کی دونوں ساقین، اوپر حجاب حاجز اور جگر نیچے قولون کا آڑا
معدہ جب معمولی طور پر بھرا ہوا ہو تو اس کی لمبائی آڑھے پن میں تقریباً بارہ قیراط
کھڑے پن میں تقریباً چار قیراط ہوتی ہے۔

معدہ کا وزن تقریباً ساڑھے چار اوقیہ (13 تولہ) ہوتا ہے۔ معدے کا صحیح حجم
میں بہت سی دقتیں پیش آتی ہیں۔ حجم ریاح اور خوراک کی موجودگی سے کم وبیش ہوتا
معدہ میں دو سرے، دو سوراخ، دو کنارے اور دو سطحیں پائی جاتی ہیں۔ معدہ میں غذا مری
داخل ہوتی ہے۔ معدہ کا اندرونی طبقہ (مخاطیہ) رطوبت ہاضمہ تیار کرتا ہے اور بیرونی
(عضلیہ) رطوبت ہاضمہ کو غذاء کے ساتھ ملاتا ہے معدہ کے اندر غذاء حرکت کرتی ہے۔
رطوبت معدیہ اپنے جوہر ہاضم اور ترشی کے عمل سے بمعاونت حرارت غریزی خو

کر کے ایک مخصوص شکل (معضومہ) میں تبدیل کر دیتی ہے جس سے وہ باریک رگوں میں
ہونے کے قابل ہو جاتی ہے۔

ض معدہ کیا ہیں

سوءِ مزاج معدہ! (معدہ کے مزاج کا بگاڑ) معدہ میں گرمی لاحق ہونے سے غذا معدہ کے
جل جاتی ہے بھوک کم لگتی ہے، کیونکہ حرارت سے معدہ اور اسکی بناوٹ ڈھیلی ہو جاتی
غذاء کو جذب اور ہضم کرنے میں مدد دینے والی معدے کے سکڑنے کی طاقت جاتی رہتی ہے
خشک ہو جاتا ہے۔

درد معدہ! (وجع المعدہ) معدہ کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔

درد معدہ کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ معدہ کے اندر کوئی غذا پڑی ہوتی ہے۔ جو اپنی کیفیت کی خرابی
مقدار کی کثرت، ثقیل ہونے کی وجہ سے ہضم نہ ہونے پر اذیت پہنچاتی ہے درحقیقت یہ سوءِ ہضم
ایک علامت ہے اور معدہ کا عصبی درد بھی ہو سکتا ہے۔ فم معدہ میں ٹھہر ٹھہر کر درد ہوتا ہے۔ درد کا
دورہ اکثر رات کو زیادہ ہوتا ہے۔ کھانا کھانے سے اِس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ لیکن کبھی اِس کے
س بھی ہوتا ہے۔ پیٹ میں نفخ، قراقر اور جلن کی شکائت ہوتی ہے۔ ڈکاریں آتی ہیں، جی
لاتا ہے اور اکثر قے ہو جاتی ہے۔ پسلیوں کی محراب اور پیٹ میں تناؤ ہوتا ہے۔

صفرا بڑھ جانے سے مریض کو شدید پیاس لگتی ہے۔ منہ اور زبان، ناک اور نتھنے خشک ہو
تے ہیں۔ منہ کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔ سخت بے چینی اور گھبراہٹ ہوتی ہے۔ شمش الحکماء رازی
تا ہے جس معدہ میں غذا سے اذیت پہنچتی ہو۔ سمجھو کہ وہ معدہ نہایت ضعیف ہے۔ اِس لئے وہ
س غذا کو ہضم کرنے کی بجائے خارج کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ پس جدید تحقیق کے مطابق اگر
عف معدہ کے بالائی حصہ میں ہو تو وہ قے کے ذریعہ اور اگر زیریں حصہ میں ہو تو دستوں کے
ریعہ خارج کرتا ہے۔

ضعف ہضم! سے مراد یہ ہے کہ معدہ سے غذاء جلد نہ اُترے، بلکہ معمول سے زیادہ عرصہ تک
معدہ کے اندر پڑی رہے۔

علامہ نفیس لکھتے ہیں۔ ضعف ہضم کی حقیقت یہ ہے کہ غذاء میں وہ قوام اور وہ مزاج نہ پیدا

ہو۔ جس کی وجہ سے قوت مغیرہ (غذا اور خون کو اعضاء کی شکل میں بدلنا) کے
قبول کرنے کے لئے طبعی طور پر آمادہ ہو جاتی ہے۔

کچھ محققین کے نزدیک ضعف ہضم وہ مرض ہے جس میں معدہ اور آ
مگر ان کی ساخت اور ترکیب میں کوئی نمایاں خرابی محسوس نہیں ہوتی۔ حکیم
آستان فضل سرگودھا فرماتے ہیں کہ سوء ہضم سے مراد غذاء اچھی طرح اور
ہو۔ بلکہ برے طور پر ہضم ہو کر اس میں کوئی خرابی یا بری کیفیت پیدا ہو جائے۔

ہیضہ! وہ شدید مرض ہے جس میں فاسد اور غیر منہضم مواد، قوت دافعہ کے
معدہ اور آنتوں کی راہ، بذریعہ "قے" دستوں کی صورت میں شدت کے ساتھ
کچھ محققین بیان کرتے ہیں کہ ہیضہ ایک متعدی اور مہلک اور جان لیوا
صورت میں پھیلتا ہے اس میں قے اور دست بکثرت آتے ہیں اور مریض
کے ساتھ تھوڑی دیر میں ہی نڈھال ہو جاتا ہے دو چار دستوں کے بعد ہی
ہونے لگتا ہے۔ غنودگی طاری ہو جاتی ہے، ٹھنڈے پسینے آنے لگتے ہیں۔ ہاتھ
ہو جاتے ہیں۔ دست بالعموم قے سے پہلے آتے ہیں۔

مجربات شاد۔ بحکم قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ریح، گیس، قبض، معدہ کی کمزوری، ضعف ہضم، اپھارہ، معدہ کی ہر بیماری کا شافی
اجوائن دیسی **50** گرام، کلونجی **50** گرام، کچور **50** گرام، ساق
زنجبیل **25** گرام، کالی مرچ **10** گرام، کالا نمک **25** گرام، ٹھیکری نوشادر **25**
سفید **25** گرام، انار دانہ **50** گرام، تمام اشیاء کو علیحدہ علیحدہ کوٹ کر مکس کر لیں
رکھیں۔

خوراک **2** تا **3** ماشہ ہمراہ عرق سونف یا گرم پانی بعد از غذاء ایک گھنٹہ صبح و شام
انشاء اللہ معدہ ٹھیک ہو گا۔ طبیعت ہشاش بشاش ہو گی۔
نوٹ! کھانا کھانے سے پہلے پانی پئیں اور کھانا کھانے کے بعد پانی ہرگز نہ
مجرب شاد۔ معدہ کے درد کا اکسیر اعظم علاج، لا علاج کا علاج (دردِ معدہ)

جوکھار 4 تولہ، اجوائن دیسی 2 تولہ، زنجبیل (سنڈھ) 1.5 تولہ، فلفل سیاہ 1.5 تولہ
(سونف 2 تولہ، سوڈا بائی کارب (میٹھا سوڈا) 2 تولہ، ست پودینہ 3 ماشہ

ترکیب! تمام اشیاء کو علیحدہ علیحدہ کوٹ کر کپڑ چھان کر لیں۔ ڈبی میں ڈالتے وقت ست
پودینہ باریک کر کے دوائی میں مکس کر لیں اور ڈبی کا منہ بند رکھیں۔

خوراک 1 تا 1.5 ماشہ ہمراہ تازہ پانی صبح و شام
بوقت درد معدہ!

باکمال چیز ہے عوام الناس فائدہ اٹھائیں اور دعا میں یاد رکھیں۔

تیزابیت بڑھ جانا، معدہ کی گرمی، ڈکاریں آنا، معدہ کا درد، اُبکائیاں آنا، جی متلانا، فم معدہ کا
درد، معدہ کی خرابی کی وجہ سے سانس کی تنگی کا علاج

اصل السوس 100 گرام پاؤڈر (ملٹھی اوپر سے چھیل کر پاوڈر بنا کر کپڑ چھان کر لیں،
ہیر کرہ 50 گرام، الائچی سبز 50 گرام بمعہ چھلکا۔

ترکیب! علیحدہ علیحدہ کوٹ کر کپڑ چھان کر کے مکس کر لیں۔

صبح نہار منہ دو پہر اور شام 4 بجے 1 تا 2 ماشہ ہمراہ تازہ پانی 2 تا 3 ہفتے مسلسل۔

معدہ کے زخم! درد معدہ، ورم فم معدہ، ورم معدہ، تیزابیت کا علاج۔

ہلدی ثابت گنڈی خشک 50 گرام، ملٹھی کا سفوف تازہ خود بنائیں 50 گرام، سونف
50 گرام، علیحدہ علیحدہ کوٹ کر سفوف بنا کر کپڑ چھان کر لیں۔

خوراک! 1 تا 1.5 ماشہ ہمراہ پانی تازہ صبح نہار منہ اور شام 4 بجے۔

مریض معدہ کو چاہیے کہ صبح نہار منہ خالی معدہ سیر کریں۔

نرم غذا دلیا اور دودھ زیادہ استعمال کریں۔ مرچ، نمک، مصالحہ کم از کم استعمال کریں۔

مجرب شاد۔ اکسیر معدہ اطفال

بچوں کا سوکڑا، دست، قئیاں، پاخانے لا علاج کا علاج، ہر جگہ سے جواب اور مایوس مریض
کا علاج، سوکھے اور کمزور بچے، تر و تازہ اور صحت مند ہو جاتے ہیں۔ کھانا ہضم ہونا شروع ہو جاتا
ہے۔

پودینہ خشک 2 تولے، ریوند خطائی 2 تولے، کچور 2 تولے، سونف 2 تولے، الائچی سبز

2 تولے سوڈا بائی کارب (میٹھا سوڈا) 2 تولہ، تمام چیزیں علیحدہ علیحدہ کوٹ کر کپڑ چھان کر

خوراک ½ 1/2 تا 1 ماشہ ہمراہ عرق سونف صبح و شام بعد از غذا 1 گھنٹہ بعد مسلسل

تا 3 ہفتے۔

مجرب شاد۔ چٹنی شاد، لکڑ ہضم، پتھر ہضم، معدہ مضبوط اور نظام انہضام بہتر ہوتا ہے۔

دھنیا سبز کے پتے 3 گٹھیاں، پودینہ سبز پتے 2 گٹھیاں، انار دانہ 100 گرام

سفید 2.5 اڑھائی تولہ، سبز مرچ 5 عدد، لیموں 2 عدد، املی 2 تولہ، آلو بخارہ

گودہ 100 گرام، ٹماٹر پکے ہوئے درمیانے 4 عدد، ادرک 1 چھٹانک، تھوم کی تریاں

، کالی مرچ 2 تولہ، مگھاں 1 تولہ، سنڈھ 1 تولہ، نمک و مرچ سرخ حسب ذائقہ۔ کوٹ کر

چٹنی کی مانند کر لے۔ رڑک نہ رہے پھر تھوڑنے سے دیسی گھی میں بریاں کرلیں۔ یعنی

گرم کر کے چٹنی ڈال کر بھون لیں اور ڈبی میں محفوظ کرلیں۔ حسب ضرورت چٹنی، دہی میں

کھائیں۔ معدہ مضبوط ہوگا پسند کی چیز ہے لاجواب۔

توحیدی بھائیوں کی سہولت کے لئے اپنی ذاتی بیماریوں اور پوشیدہ امراض کے مشورہ

ہمراہ جوابی لفافہ رابطہ کریں۔

گولڈ میڈلسٹ حکیم شاہد علی شاد

لاہور روڈ نوشہرہ ورکاں نزد مدینہ مسجد تحصیل نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

ضروری اطلاع

کراچی کے بھائی علی محمد صاحب کے برادر بزرگ، راولپنڈی کے بھائی طارق محمود

صاحب کے والد ماجد، راولپنڈی کے بھائی خواجہ ولی محمد صاحب کی خوشدامن، اسلام آباد

کے بھائی اور معروف سائنسدان سلطان بشیر الدین محمود صاحب کی والدہ ماجدہ انتقال فرما

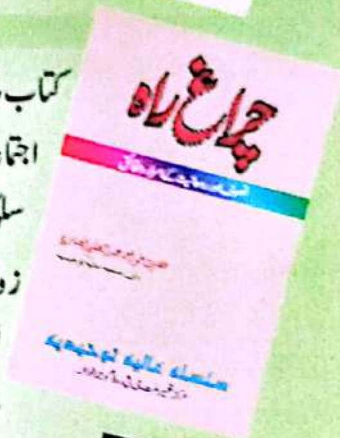
گئیں ہیں۔

تمام قارئین سے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

بانی سلسلہ کی دیگر تصانیف



قرون اولی میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال
اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا
ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت،
اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟
واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب
اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ
اجتماعات پر ارشاد فرمائے آئمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی
سلوک و تصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور
تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے
کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف
مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔
اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیے ہیں
کے ایک سالک اللہ تعالی کی محبت، حضوری، اتقاء اور معرفت حاصل



کتاب ہذا وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مختصر مگر نہایت مدلل اور اہم دستاویز
خواجہؒ صاحب نے ذاتی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان
ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وحدت شہود
انسان کی بقا اور ترقی کیلئے مذہب کیوں ناگزیر ہے۔
وہ بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا۔
روحانی سلوک کے دوران تمام بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں